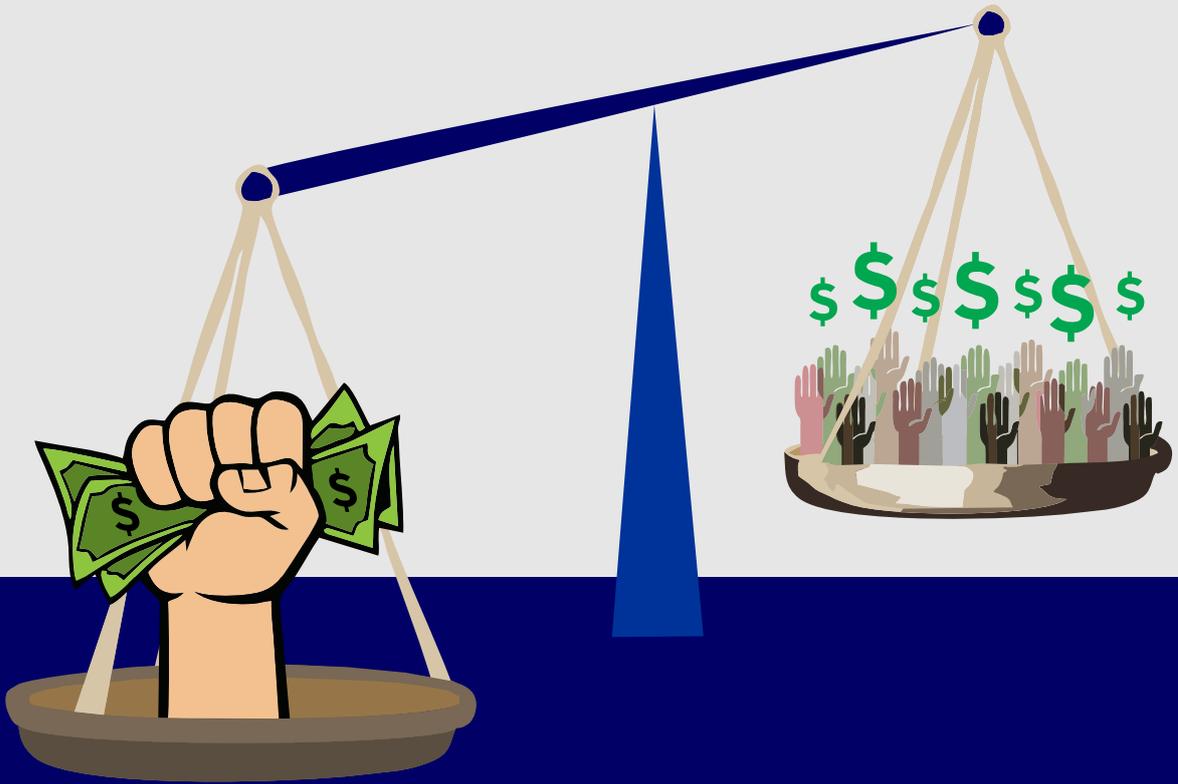


جلد ۳، شمارہ ۲۵

ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان



عدم مساوات: عوامی ایجنڈا سے غائب

ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان



ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان

وضاحت

اس جریدے میں شامل ایڈیٹوریل بورڈ کے ارکان یا دیگر بیرونی افراد کی تحریروں میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ ضروری نہیں کہ اس ادارے کے خیالات کی عکاسی کرتے ہوں کے لئے وہ کام کرتے ہیں اور نہ ہی ان میں سے کوئی آراء ایک ادارے کی حیثیت سے اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ کے خیالات کی نمائندگی کرتی ہیں۔

ایڈیٹر: ماہین حسن

ڈیزائنر: آمنہ نسیم خان

پرنٹر: آغا جی پرنٹرز، اسلام آباد

اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ
چوتھی منزل، سیرینا پرنٹس کمپلیکس،
خیابان سہروردی، سیکٹر 5/1-G،
پی او باکس 1051، اسلام آباد، پاکستان

اپنی تحریروں اور جوابی آراء ہمیں اس پتے پر ارسال کریں: communications.pk@undp.org

ISBN: 978-969-8736-15-6

ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان، ملک میں اہم ترقیاتی مسائل اور مشکلات پر خیالات کے تبادلے کے لئے ایک پبلٹ فارم مہیا کرتا ہے۔ اس کے ہر ماہی شمارے میں ترقی سے متعلق ایک موضوع کو مرکزی حیثیت دیتے ہوئے عوامی بحث کی راہ ہموار کی جائے گی اور سول سوسائٹی، تدریسی حلقوں، حکومت اور ترقیاتی پارٹنرز کے مختلف نقطہ نظر پیش کئے جائیں گے۔ اس جریدے کے ذریعے ہونے والی ہر بحث میں نوجوانوں اور خواتین کی آراء شامل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔ تجزیوں اور رائے عامہ پر مبنی آرٹیکلز ترقی سے متعلق نئے خیالات پر بحث کو فروغ دیں گے اور اس کے لئے معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ تازہ ترین معلومات بھی پیش کریں گے۔

ایڈیٹوریل بورڈ

مارک آندرے فرینٹے

کنٹری ڈائریکٹر، اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ

کلیل احمد

اسسٹنٹ کنٹری ڈائریکٹر / چیف، ڈویلپمنٹ پالیسی یونٹ

عادل منصور

اسسٹنٹ کنٹری ڈائریکٹر / چیف، بحران کی روک تھام اور بحالی یونٹ

عامر گوریہ

اسسٹنٹ کنٹری ڈائریکٹر / چیف، جمہوری طرز حکمرانی یونٹ

چیمبرلین

چیف ٹیکنیکل ایڈوائزر، سٹرٹجیٹک ایلگورٹم ایڈیٹوریٹو پراسیسز

فاطمہ عنایت

کیو ٹیلی ویژن اینالسٹ

فہرست

جون ۲۰۲۱

تجزیے

02 پاکستان میں عدم مساوات کا جائزہ

آراء

10 پاکستان میں آمدنی کی عدم مساوات کے محرکین اور پالیسی بیانہ

عبدالصبور

13 عدم مساوات اور اس سے پیدا ہونے والا عدم اطمینان

ڈاکٹر قیصر بنگالی

16 پاکستان میں عدم مساوات کے صنفی پہلو:

صنف پر مبنی عدم مساوات کے محرک ثقافتی، ادارہ جاتی اور دیگر عوامل

ڈاکٹر فرزانہ باری

18 پاکستان میں سماجی عدم مساوات کے محرکین

عابد اے برکی

20 پاکستان میں بڑھتی عدم مساوات

مصطفیٰ تالپور

24 تعلیم، عدم مساوات اور تشدد

ڈاکٹر جمیل احمد چترالی

انسٹرویو

27 احسن اقبال

وفاقی وزیر منصوبہ سازی، ترقی و اصلاحات

28 ڈاکٹر حامد خان اچکزئی

صوبائی وزیر منصوبہ سازی و ترقی، حکومت بلوچستان

29 ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا

صوبائی وزیر خزانہ، پنجاب

رکن صوبائی اسمبلی پنجاب

30 ڈاکٹر نیاز مرتضیٰ

ماہر اقتصادیات

سینئر فیلو، یو پی برکے

31 مظفر سید ایڈووکیٹ

صوبائی وزیر خزانہ، خیبر پختونخواہ

رکن صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ

32 ڈاکٹر عشرت حسین

چیئر مین، سادو تھو ایٹین نیٹ ورک آف آکناک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ایس اے این ای آئی)

سابق گورنر اسٹیٹ بینک آف پاکستان

ڈین ڈائریکٹرز انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن (آئی بی اے)، کراچی

33 ایم ضیاء الدین

پچاس سال سے شعبہ صحافت سے وابستہ سینئر صحافی

سابق ایگزیکٹو ایڈیٹر، ایکسپریس ٹریبون

35 میاں خلیق الرحمان

ممبر برائے منصوبہ سازی و براہ راست خیبر پختونخواہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے منصوبہ سازی و ترقی

36 اکبر حسین درانی

سیکرٹری خزانہ، حکومت بلوچستان

37 ڈاکٹر خالدہ غوث

میٹنگ ڈائریکٹر، سوشل پالیسی اینڈ ڈویلپمنٹ سنٹر (ایس پی ڈی سی)

پروفیسر و سابق چیئر پرسن، شعبہ بین الاقوامی تعلقات، کراچی یونیورسٹی

38 خرم حسین

صحافی، اقتصادی تجزیہ نگار

نوجوانوں کی آواز

39 آزاد جموں و کشمیر

39 گلگت بلتستان

40 خیبر پختونخواہ

40 بلوچستان

41 سندھ

41 پنجاب

Follow us



/undppakistan



www.twitter.com/undp_pakistan



www.pk.undp.org



عدم مساوات کے دام سے کیسے بچیں!

کلی نوعیت کی سوچ اپنانا ضروری ہے جو اس کے ڈھانچے جاتی اور تقسیمی دونوں پہلوؤں کا ازالہ کرے۔ اہم اداروں میں اصلاح کی ضرورت ہے اور مالی، زری و دیگر پالیسیوں کو مساویانہ بنانا ضروری ہے۔ علاقائی عدم مساوات کے ازالہ کا ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پسماندہ علاقوں اور اصلاح بالخصوص وہی علاقوں پر مناسب سرکاری فنڈز کی سرمایہ کاری کی جائے۔ حکومتوں کو چاہئے کہ وہ فنڈز کی تخصیص کے لئے کثیر جتنی غربت انڈیکس سے ملنے والی معلومات سے استفادہ کریں۔ صوبائی مالیاتی کمیشن، جو ایک طویل عرصے سے زیر التواء چلے آ رہے ہیں، کے تحت مختص کئے جانے والے فنڈز اس ضمن میں بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ صنفی تقاضوں سے ہم آہنگ بجٹ سازی خواتین کی ترجیحات کو اس تمام ہر عمل کے مرکزی دھارے میں لائے میں مدد دے سکتی ہے۔

بہر حال سب سے اہم بات یہ ہے کہ عدم مساوات کو کوئی بھی جٹ کے ایجنڈا میں واپس لایا جائے۔ سیاست دان، بیوروکریٹ، سول سوسائٹی، میڈیا، متعدد ترقیاتی پارٹنرز اور عوام سمیت سبھی حلقے پاکستانی معاشرے اور معیشت کو لاحق عدم مساوات کے اس سلطان کو مسلسل نظر انداز کرتے چلے آ رہے ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم تسلیم کر لیں کہ عدم مساوات کوئی ہونی نہیں جو ہو کے رہے گی۔ ڈاکٹر محبوب الحق نے اس مرض کی تشخیص تقریباً پچاس سال پہلے کر دی تھی اور آج عمل کا وقت آن پہنچا ہے تاکہ پاکستان عدم مساوات کے دام سے بچ سکے اور ایک ایسا منصفانہ، مستحکم اور فعال معاشرہ قائم کر سکے جس کا خواب بانیاں وطن نے دیکھا تھا۔

پچھلی کچھ دہائیوں میں دنیا کی بڑی کامیابیوں میں سے ایک یہ رہی کہ ہم نے عالمی غربت کو نمایاں حد تک کم کر لیا۔ 1990 سے 2012 کے دوران 1.90 ڈیڑھ سو کروڑ سے کم پر زندگی بسر کرنے والے افراد کی تعداد میں ایک ارب سے بھی زیادہ کمی آئی اور اس میں چین کا کردار زیادہ رہا۔

اس شاندار کامیابی کے باوجود ملکوں کے اندر اور ان کے درمیان آمدنی کی عدم مساوات بڑھ گئی۔ آج دنیا کے 16 فیصد افراد اس کی آمدنی 55 فیصد وصول کر رہے ہیں جبکہ 72 فیصد غریب افراد کا عالمی دولت میں حصہ 1 فیصد سے کچھ زیادہ ہے۔

یہ عدم مساوات اخلاقی وجوہ بنا کر تو اہم ہے، افراط اور ترقی کے نتائج کے لئے بھی یہ بے پناہ مضمرات کی حامل ہے۔ پیچیدہ عدم مساوات معاشی افراط کی راہ روکتی ہے، غربت کم کرنے میں رکاوٹیں پیدا کرتی ہے، جرائم کو ہوا دیتی ہے، ٹیکنالوجی اور انسانی استعداد کو بے وقعت بنا دیتی ہے اور سماجی نقل و حرکت کو محدود کا شکار کر دیتی ہے۔ ایک غیر مستحکم معاشرہ محض غیر منصفانہ ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ استحکام اور خوشحالی کی دوڑ میں بھی پیچھے رہ جاتا ہے۔

پاکستان میں بھی عدم مساوات کی پیدا کی ہوئی مشکلات کچھ کم نہیں۔ اگرچہ 1998/99 سے 2013/14 کے دوران تصرف پر مبنی غربت 57.9 فیصد سے کم ہو کر 29.5 فیصد پر آگئی اور کثیر جتنی غربت جس میں صحت، تعلیم اور رہن سہن کے معیارات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے 2004/05 سے 2014/15 کے دوران 55.2 فیصد سے کم ہو کر 38.8 فیصد تک آگئی لیکن عدم مساوات میں اضافہ ہوتا گیا۔ جینی کو ایلغیشینٹ (Gini Coefficient) جس کے ذریعے آمدنی کی عدم مساوات کی پیمائش کی جاتی ہے 1987/88 میں 0.35 تھا جو 2013/14 میں 0.41 تک پہنچ گیا۔ پاکستان کے امیر ترین 20 فیصد کا تصرف غربت ترین 20 فیصد کے مقابلے میں سات گنا سے بھی زیادہ ہے۔

مختلف علاقوں کے درمیان عدم مساوات خاصی شدید ہے جو افراط اور ترقی کی رفتار سے کہتی ہے۔ حکومت کی طرف سے گزشتہ ماہ جاری کئے گئے کثیر جتنی غربت انڈیکس سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان میں 54.6 فیصد وہی آبادی غربت کا شکار ہے اس کے مقابلے میں شہروں میں یہ تناسب 9.3 فیصد ہے۔ پنجاب میں کثیر جتنی غربت کا تناسب 31.5 فیصد ہے لیکن فنانا میں یہ 73.7 فیصد تک چلا جاتا ہے۔ اسلام آباد، لاہور، کراچی اور راولپنڈی میں کثیر جتنی غربت 10 فیصد ہے جبکہ قلعہ عبداللہ، ہرنائی، برکھان، شیرانی اور کوہستان جیسے علاقوں میں یہ 90 فیصد سے بھی تجاوز کر جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے بعض اضلاع تو کسی ترقی یافتہ ملک کی طرح آسودہ حال ہیں جبکہ کچھ ایسے ہیں جن کا موازنہ آپ سب صحارا افریقہ کے غریب ترین علاقوں کے ساتھ ہی کر سکتے ہیں۔

گھر اور خاندان بھی عدم مساوات کے ان مذموم اثرات سے محفوظ نہیں۔ خواتین چونکہ زیادہ تر بلا معاوضہ گھریلو کام کرتی ہیں اس لئے معیشت میں ان کا اصل کردار کسی شمار میں ہی نہیں آتا۔ خواتین کے زیر ملکیت اراضی 3 فیصد سے بھی کم ہے جس کا اثر ان کی معاشی قوت پر پڑتا ہے۔ افرادی قوت میں ان کی شمولیت کا تناسب محض 25 فیصد ہے جبکہ مردوں کا یہی تناسب 83 فیصد ہے۔ یہ تناسب جنوبی ایشیا میں افغانستان کے بعد سب سے کم ہے۔

1968 میں پاکستان کے معروف ماہر اقتصادیات ڈاکٹر محبوب الحق نے 22 خاندانوں کی نشاندہی کی جو اس وقت پاکستان کے دو تہائی صنعتی اثاثوں کو کنٹرول کر رہے تھے۔ 1973 میں دی ٹائمز میں شائع ہونے والے اپنے ایک آرٹیکل میں ڈاکٹر محبوب الحق نے دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز کی روک تھام میں مدد کے لئے پاکستان کے معاشی، سماجی اور سیاسی اداروں کی اصلاح پر زور دیا۔

گزشتہ سالوں میں اگرچہ صورتحال کافی بدل چکی ہے لیکن انفسوس کی بات یہ ہے کہ ان کی سفارشات آج بھی اچھی جگہ برحق ہیں۔ پاکستان کے ادارے، مراعات، قواعد اور اقدار ایسے حالات پیدا کرتے ہیں کہ جن میں امیر اپنا الوسیدھا کر لیتے ہیں اور سارا بوجھ غریب کے حصے میں آتا ہے۔

منتخب شعبوں میں دیگیا ٹیکس، سٹیٹی اور بالواسطہ ٹیکس اس حوالے سے قابل ذکر ہیں جو غیر متناسب انداز میں غریبوں کو متاثر کرتے ہیں۔ پاکستان کے امیر ترین اصلاح کو غریب ترین اصلاح کے مقابلے میں اوسطاً پانچ گنا زیادہ سرکاری فنڈز ملتے ہیں جس سے یہ عدم مساوات مزید بگڑ جاتی ہے۔ انتخابات میں حصہ لینے کے بھاری اخراجات ایک منظم انداز میں غریب پاکستانیوں کو سیاسی اداروں سے باہر کر دیتے ہیں۔ صنف، معاشی حیثیت، مذہب اور سماجی شناخت کی بنیاد پر امتیاز اور پرکی جانب بڑھنے کی راہیں مسدود کر دیتا ہے۔

تاحال عدم مساوات پر پاکستان کا جواب سطحی سار ہے جس میں اصل اسباب کے بجائے علامات پر زور دیا جاتا رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ عدم مساوات اپنی جگہ نہ صرف برقرار ہے بلکہ بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ عدم مساوات سے سنجیدہ انداز میں نمٹنے کے لئے ایک

پاکستان میں عدم مساوات کا جائزہ

نوٹ: اس تجزیہ کا زیادہ تر حصہ پروفیسر ڈاکٹر ایلس اکبر زیدی (آزاد ماہر اقتصادیات، وزیٹنگ پروفیسر کولمبیا یونیورسٹی اور کئی کتابوں کے مصنف) نے تیار کیا ہے جبکہ کچھ حصے کی تیاری میں جناب ہارون جمال (ٹیکنیکل ایڈوائزر، سوشل پالیسی اینڈ ڈیولپمنٹ سنٹر) اور یوان ڈی پی عملہ نے اپنا کردار ادا کیا ہے۔

عدم مساوات کا جائزہ لینے کے لئے اصل معیار، آمدنی اور تصرف ہے جس کے لئے ڈیٹا اگرچہ اکثر ناقص ہوتا ہے لیکن عام طور پر آسانی سے مل جاتا ہے۔ دولت غالباً عدم مساوات کا ایک بہتر اشاریہ ہے لیکن اس کے بارے میں ڈیٹا تک رسائی ترقی پذیر ملکوں میں کئی وجوہ کی بناء پر زیادہ مشکل ہے۔ آمدنی، تصرف اور دولت جہاں عدم مساوات کا احاطہ کرنے والے انڈیکس تیار کرنے کے لئے اکثر سب سے ترجیحی اشاریے ہیں لیکن محض یہی اشاریے نہیں ہیں۔ لہذا اثاثے اور ان کے شرائط جنوبی ایشیا میں عدم مساوات سے جڑے ہیں۔ لہذا کمائی، آمدنی اور اس بناء پر تصرف کے اخراجات گھرانوں کے درمیان خاصے غیر مساوی انداز میں تقسیم ہیں۔ لہذا یہ کوئی اچھے کی بات نہیں ہونی چاہئے کہ اس کا نتیجہ بڑے پیمانے پر منطقی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

عدم مساوات پر امر تیسارین نے اپنے ابتدائی کام میں خاص اقتصادی اشاریوں اور تصورات سے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے حقوق پر مبنی سوچ کو اس میں شامل کیا ہے جس میں حقوق مواقع، اور دیگر اشاریوں مثلاً انصاف تک رسائی کی عدم مساوات کا جائزہ کیا گیا ہے۔ سیاسی بحث میں یہ واقعی اہم ہے لیکن ان اشاریوں کی پیمائش آمدنی اور دولت سے متعلق اشاریوں کے مقابلے میں زیادہ مشکل ہو جاتی ہے۔ بہر حال اس کا یہ مطلب نہیں کہ طرح طرح کے امتیاز اور عدم مساوات سے نمٹنے کے امکانات کا جائزہ لینے سے باز رہا جائے۔ مقام یا صنف کے اعتبار سے شہریوں کے درمیان فرق حقوق پر مبنی ترقی میں پیشرفت کا جائزہ لینے کے لئے ضروری ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم اس حقیقت کی تفریح کس طرح کریں کہ خواتین کی اوسط کمائی مردوں کے مقابلے میں نمایاں حد تک کم ہوتی ہے؟ کیا اس میں امتیاز کا کام دکھا رہا ہے؟ یا زیادہ اہم بات یہ ہے کہ کیا کام کرنے کے لئے خواتین کی آزادی کو ایسے پیشوں تک محدود کر دیا جائے جن سے مردوں کو زیادہ آمدنی ہوتی ہے؟ اور سرکاری پالیسی کس حد تک اس عدم مساوات کی ذمہ دار ہے کہ اسے جو کرنا چاہئے وہ نہیں کر رہی اور جو نہیں کرنا چاہئے وہ کر رہی ہے؟

پاکستان میں عدم مساوات کی نقشہ بندی پاکستان میں غربت پر وسیع تحقیق کی گئی ہے لیکن جو کام نہیں کیا گیا وہ یہ ہے کہ آمدنی کی عدم مساوات کو زبردستی نہیں لایا گیا شاید اس سلسلے کے جوہری کو اعلیٰ معیار کے وسیع رجحان کو ظاہر کرتا ہے؟ بد قسمتی سے پاکستان میں آمدنی

اس تجزیہ میں پاکستان میں عدم مساوات کی نوعیت کا جائزہ لیا گیا ہے اور کئی طرح کے ایسے تصورات پر روشنی ڈالی گئی ہے جو عدم مساوات کی تصویر کشی کرنے میں جن قدرے روایتی اقدامات مثلاً فی کس آمدنی اور جینی کو اعلیٰ معیار (Gini Coefficient) سے لے کر صنف، کسی علاقے یا مقام سے متعلق اور سماجی یعنی انسانی ترقی کے اشاریوں پر مبنی عدم مساوات تک ہر طرح کے تصورات شامل ہیں۔ اس تجزیہ میں پاکستان میں ڈھانچے جاتی اور ادارہ جاتی عوامل سمیت عدم مساوات کے محرکین کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے اور پاکستان میں سرکاری پالیسی بحث اور عوامی بحثوں میں عدم مساوات کی موجودگی (یا غیر موجودگی) کا جائزہ لینے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ اس میں عدم مساوات کم کرنے کی ممکنہ حکمت عملیوں اور پالیسیوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور ممکنہ پالیسی اقدامات بھی تجویز کئے گئے ہیں۔

عدم مساوات پر ایک نظر

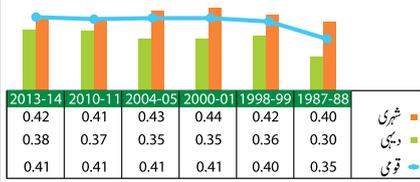
دنیا جہاں یہ سوچ بچار کر رہی ہے کہ عالمی غربت کو کس طرح نیچے لایا جائے جس میں وہ کامیاب بھی رہی ہے، وہیں مرکزی ترقیاتی مواد میں عدم مساوات پر کچھ زیادہ بات نہیں ہو رہی البتہ انسانی ترقی انڈیکس، جینی برابری انڈیکس اور کثیر جیتی غربت انڈیکس جیسے اشاریے کچھ بائیں سے اس ضرورت پر زور دے رہے ہیں کہ آبادی کے مختلف طبقات کے درمیان فرق کا جائزہ لیا جائے۔ عدم مساوات پر ایک تازہ ترین بحث نے تقاسم کھینچی کی سب سے زیادہ فروخت ہونے والی تصنیف Capital in the Twenty-First Century کی جیران کن کامیابی کے باعث زور پکڑ لیا ہے جس میں انہوں نے گزشتہ چند دہائیوں کے دوران دنیا بھر میں عدم مساوات پر ہونے والی پیشرفت کو موضوع بحث بنا لیا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے دولت اور عدم مساوات کے بارے میں ہمارے فہم کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ گزشتہ چند دہائیوں کے دوران دنیا پہلے سے کہیں زیادہ غیر مساوی جگہ بن گئی ہے اور خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کے مزید بڑھنے کا امکان ہے جو سماجی یکجہتی اور معاشی افزائش کے لئے تباہ کن اثرات لائے گی۔⁵ تقاسم کھینچی کی کتاب میں زیادہ تر ترقی یافتہ ملکوں پر بات کی گئی ہے جن کے اعداد و شمار آسانی سے مل جاتے ہیں اور قابل رسائی ہیں۔ ترقی پذیر ملکوں میں عدم مساوات اور دولت کا جائزہ نہیں لیا جاتا تو اس کا بہت بڑا سبب ڈیٹا کے حصول میں درپیش رکاوٹیں ہیں۔

دنیا میں بسے والے سات ارب افراد کے نزدیک گزشتہ ربع صدی کی سب سے شاندار کامیابیوں میں سے ایک یہ رہی کہ عالمی سطح پر غربت میں بے پناہ کمی آئی۔ 1.90 امریکی ڈالر پر مبنی غربت کی کثیر (قوت خرید میں برابری یعنی پی پی پی کے اعتبار سے) دنیا بھر میں نیچے آ گئی ہے۔ 1990 میں 37.1 فیصد آبادی خط غربت سے نیچے تھی جو 2012 میں 18.8 فیصد رہ گئی۔ اس دوران غربت میں سب سے زیادہ حیران کن کمی جنوبی ایشیا میں آئی جہاں 1991 میں انتہائی غربت کی کثیر سے نیچے آبادی کا تناسب 50.6 فیصد تھا جو 2012 میں صرف 12.7 فیصد رہ گیا۔¹ یہاں تک کہ پاکستان میں بھی² شوہر سے صاف ظاہر ہے کہ 2001 کے بعد غربت میں تیزی سے اور بہتر کمی آئی ہے۔ غربت کی فرد بنیادی کا تناسب 1998-99 میں 57.5 فیصد تھا جو 2012-14 میں 29.5 فیصد رہ گیا۔³

دنیا بھر میں اور پاکستان میں غربت کم ہونے کی کئی وجوہات ہیں جن میں ہدف پر مبنی منتقلیوں اور پروگراموں کی شکل میں سماجی و اقتصادی اقدامات، مجموعی آمدنیوں میں اضافہ، اور سماجی و طبی بنیادی ڈھانچے اور ترقی شامل ہیں۔ پاکستان میں اگرچہ کئی عوامل نے غربت کم کرنے میں اپنا اہم ترین کردار ادا کیا لیکن بیرون ملک سے رونق کو منتقلیاں ان میں سب سے نمایاں رہیں۔ مزید برآں، عالمی بینک کے مطابق "18 فیصد غربت ترین گھرانوں کے پاس اب موثر سائیکل موجود ہیں، اس کے مقابلے میں پندرہ سال پہلے یہ تناسب صرف دو فیصد تھا۔ ایسے گھرانے جہاں کسی قسم کا کوئی بیت الحلال نہیں ہے، ان کی تعداد نصف تک کم ہو گئی۔ غربت ترین طبقے میں یہ تناسب 60 فیصد تھا جو تقریباً 30 فیصد رہ گیا ہے۔ یہاں تک کہ پاکستان کے انتہائی محرومی کا شکار خاندانوں میں بھی نسبتاً متنوع غذا کے استعمال کا رجحان بڑھا ہے جو ڈیری مصنوعات، گوشت، پھل اور سبزیاں اب زیادہ مقدار میں استعمال کر رہے ہیں۔ اس سے دہی، غذا، خوراک کی ترجیحات اور ذائقے کے اعتبار سے شہری علاقوں کے کافی قریب آ گئی ہے۔ یہ وہ رجحان ہے جو اکثر ترقی کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں۔"⁴ عالمی بینک کی طرف سے حاصل کی گئی معلومات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے نیچے والے 40 فیصد کے حقیقی فی کس تصرف میں افزائش 2006 اور 2011 کے درمیان تین فیصد کی سطح پر معقول رہی۔ اب جبکہ دنیا غربت کم کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے تو یہی بحث اور گفتگو کا محور عدم مساوات کی طرف منتقل ہو گیا ہے اور یہ تصور پیمائش کے اعتبار سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے اور غربت کے مقابلے میں اس کا احاطہ کرنا خاصا مشکل ہے۔

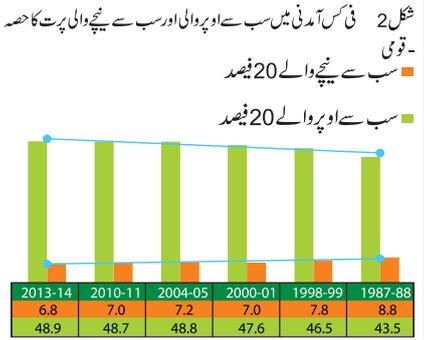
1 عالمی بینک، ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ، 2015، عالمی بینک، واشنگٹن ڈی سی، 2016
 2 اعظم چوہدری، دیگر، Beyond the Poverty Line: A Multidimensional Analysis of Poverty in Pakistan (eds.)، جامعہ علامہ ریکی، پاکستان: Moving the Economy Forward، 2013۔
 3 <http://www.worldbank.org/en/news/opinion/2016/04/12/more-inclusi-ve-poverty-line-bold-historic-decision>
 4 ایبٹا
 5 <http://www.bbc.com/news/world-asia-india-36186116>
 02

شکل 1 فی کس آمدنی (جینی کوئینٹیل)



ذریعہ: یہ تخمینے مختلف سالوں کے لئے
Household Integrated Economic Survey
(ایچ آئی ای ایس) کے پونٹ ریکارڈ ڈیٹا سے تیار کئے گئے ہیں۔

جینی کوئینٹیل کے تجزیہ کو آگے بڑھانے کے لئے شکل 2 میں آبادی کے سب سے نیچے والے 20 فیصد (یعنی سب سے نیچے پرت یا Quintile) اور سب سے اوپر والے 20 فیصد (یعنی سب سے اوپر والی پرت یا Quintile) کو جانے والی آمدنی کے قومی حصے کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ 1987-88 میں سب سے نیچے والی پرت نے قومی آمدنی کا تقریباً نو فیصد جبکہ سب سے اوپر والی پرت نے آمدنی کا 44 فیصد حاصل کیا۔ 2004-05 تک سب سے نیچے والی پرت کا حصہ مزید کم ہو کر سات فیصد رہ گیا اور سب سے اوپر والی پرت کا حصہ بڑھ کر 49 فیصد تک پہنچ گیا۔ یہ رجحان جاری رہا اور 2005-2014 کے عرصے میں سب سے نیچے والے 20 فیصد کے قومی حصے میں مزید کمی دیکھنے کو ملی جو 7.2 سے 6.8 تک آ گیا اور سب سے اوپر والے 20 فیصد کا حصہ 48.7 سے بڑھ کر 48.9 تک پہنچ گیا۔ شکل 2 کے اس رجحان سے آمدنی میں غریب ترین اور امیر ترین طبقات کے حصوں کے درمیان بڑھتے ہوئے دیرپا فرق کی تصدیق ہوتی ہے۔



ذریعہ: یہ تخمینے مختلف سالوں کے لئے ایچ آئی ای ایس کے پونٹ ریکارڈ ڈیٹا سے تیار کئے گئے ہیں۔

مزید برآں، شکل 3 جو آمدنی میں مختلف پرتوں کے حصوں کی علاقائی تصویر پیش کرتی ہے، سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہری اور دیہی دونوں علاقوں میں سب سے نیچے والی پرت کی آمدنی کم ہوئی ہے اور سب سے اوپر والی پرت کی آمدنی میں اضافہ ہوا ہے البتہ آمدنی کی تقسیم میں بگاڑ دیہی علاقوں میں زیادہ شدید ہے۔ 1987-2014 کے عرصے میں دیہی آبادی کے سب سے نیچے والے 20 فیصد کے حصے میں کمی دیکھنے میں آئی جو 9.6 سے 7.5 پر آ گیا۔ اس کے برعکس اس شکل سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیہی آبادی کے سب سے اوپر والے 20 فیصد کے حصے میں نمایاں اضافہ ہوا جو 40 سے 46 تک پہنچ گیا۔

بڑے پیمانے پر مفلسی یعنی عدم مساوات پر منتج ہوتا ہے جس میں اوسط قومی آمدنی نمایاں طور پر مفلسی کے حصے سے تجاوز کر جاتی ہے یا کم و بیش انتہائی غربت کے وجود کو ناقابل دفاع بنا دیتی ہے۔ اس کے علاوہ مزید کمی ملین شہری انتہائی غربت کے خطرے سے دوچار ہو جاتے ہیں کیونکہ بیماری یا روزگار سے محرومی کی وجہ سے ان کی تصرف کی صلاحیت شدید خطرے کا شکار ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ مثال کے طور پر یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کم غذائیت والی غذا استعمال کرنے لگیں گے یا بھوک سے بچنے کے لئے اپنی کسی بچی کا سکول ختم کر دیں گے۔ کچھ عجب نہیں کہ ناقص غذائیت کا تناسب آج بھی کم غذائیت کے مقابلے میں زیادہ ہے اور پدرانہ سوچ کے باعث اس کا بوجھ لڑکوں اور مردوں سے زیادہ لڑکیوں اور خواتین پر پڑتا ہے۔⁸ علاوہ ازیں خوراک کی قیمتوں میں اچانک اضافے امیروں پر تو اتنا زیادہ نہیں لیکن غریبوں پر نمایاں حد تک منفی اثرات کا باعث بن سکتے ہیں جس سے کسی ایک سال میں عدم مساوات بڑھ جاتی ہے۔

(ii) قومی اور علاقائی صورتحال
جیسا کہ شکل 1 سے ظاہر ہوتا ہے اس عرصے (1987-88 سے 2013-14 تک) کے دوران جینی کوئینٹیل کے رو سے قومی شہری اور دیہی آمدنی کی تقسیم میں بگاڑ پیدا ہوا۔ قومی عدم مساوات کے تخمینے ظاہر کرتے ہیں کہ 1987-88 میں اس کا تناسب 0.35 تھا جو 2013-14 میں 0.41 تک پہنچ گیا جو تقریباً 17 فیصد اضافہ بنیادی پوائنٹس کے اضافے کو ظاہر کرتا ہے۔ جینی کوئینٹیل میں اوپر کی جانب ایک بڑی تبدیلی بھی 1987-88 اور 1998-99 کے عرصے کے دوران ریکارڈ کی گئی۔ اتفاق کی بات ہے کہ یہ عرصہ 'دھنچا جاتی روڈ بل کے پروگرام' (Structural Adjustment Program) کے حوالے سے بھی بہت اہم ہے۔ اسی طرح شہری علاقوں کا جینی کوئینٹیل 0.40 سے بڑھ کر 0.42 اور دیہی علاقوں کا 0.30 سے بڑھ کر 0.36 تک پہنچ گیا۔ اس عرصے کے دوران شہری عدم مساوات میں اضافے کے مقابلے میں دیہی عدم مساوات میں اضافہ زیادہ نمایاں ہے۔

کی عدم مساوات کی حد اور نوعیت کے بارے میں کوئی خاطر خواہ اعداد و شمار یا کوئی اشاریہ نہ ہونے کا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس موضوع پر بہت کم تحقیق کی گئی ہے۔ ڈیٹا کی حدود بھی ہیں کیونکہ یہ ملک میں سب سے زیادہ ڈیٹا سے متعلق تجزیہ ہے لیکن ماہرین اقتصادیات، چند ایک تجزیاتی تحقیق کرتے ہیں، نے طبقہ بندی یا زیادہ درست لفظوں میں آمدنی کی عدم مساوات پر کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ لہذا آمدنی کی عدم مساوات کے مسائل پر کوئی بھی اقدام ڈیٹا کی دستیابی کے علاوہ اس پر کی جانے والی تحقیق کی قسم کے ہاتھوں معذور ہو کر رہ جاتا ہے۔

(i) آمدنی کی بنیاد پر عدم مساوات
جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے آمدنی کی عدم مساوات کی پیمائش کرنے والے کئی اشاریوں میں سب سے زیادہ جینی کوئینٹیل کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک اور اہم اشاریہ جو استعمال کیا جاتا ہے، آمدنی کا حصہ ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ کوئی خاص طبقہ یا پرت (Quintile) کس تناسب میں آمدنی حاصل کر رہا ہے۔ جدول 1 سے ظاہر ہوتا ہے کہ غربت کے ساتھ ساتھ آمدنی کی عدم مساوات بھی 2001-02 کے بعد اور بالخصوص 2007-08 کے بعد کم ہوئی ہے۔ جینی کوئینٹیل کے ذریعے پیمائش کی جانے والی آمدنی کی عدم مساوات 1987-88 کے بعد کے سالوں میں بڑھی لیکن 2007-08 کے بعد کم ہوئی۔ آمدنی کی عدم مساوات کا احاطہ کرنیوالی دیگر پیمائش مثلاً آمدنی کی تقسیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ آبادی کی سب سے نیچے پرت کو 2007-08 کے بعد سے زیادہ حصہ مل رہا ہے البتہ 2010-11 کے بعد ان کے حصے میں کمی آئی۔ اسی طرح سب سے اوپر والی پرت کے حصے میں کمی، چاہے معمولی سی، آمدنی کی بہتر نسبتاً مساویانہ تقسیم کو ظاہر کرتی ہے اور 2010-11 کے بعد یہ بھی بدتر ہوتی نظر آتی ہے۔ کہیں کہیں بہتری کے باوجود 2010-11 تک آمدنی کی تقسیم میں برابری گزشتہ تین دہائیوں کے عرصے میں واضح طور پر کم ہو گئی ہے۔ (جدول 1)۔

جدول 1 آمدنی کی عدم مساوات

	1987-88	1998-99	2001-02	2004-05	2007-08	2010-11	2013-14
جینی کوئینٹیل	0.35	0.4	0.411	0.407	0.42	0.41	0.41
آبادی کے سب سے نیچے 20 فیصد کا آمدنی میں حصہ	8.8	7.8	7	7.2	6.7	7	6.8
آبادی کے سب سے اوپر والے 20 فیصد کا آمدنی میں حصہ	43.5	46.5	47.6	48.8	49.2	48.7	48.9
سب سے نیچے والوں کے مقابلے میں سب سے اوپر والوں کا تناسب	4.9	6	6.8	6.8	7.3	6.9	7.2

ذریعہ: ہارون جمال، Growth and Income Inequality Effects on Poverty: The Case of Pakistan (1988-2011)۔ تحقیق رپورٹ نمبر 94، سوشل پالیسی اینڈ ڈیولپمنٹ سنٹر (ایس ڈی پی سی)، جنوری 2015۔ ہارون جمال، Profiling Pakistan for Socioeconomic Inequalities، غیر شائع شدہ مقالہ 9، مئی 2016۔

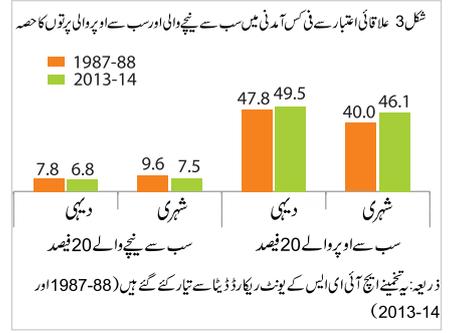
دیگر ڈیٹا سے ظاہر ہوتا ہے کہ تصرف کے اخراجات (گھرانے کی ترکیب اور حجم کے مطابق یکساں معیار پر تیار کئے گئے) کے اعتبار سے رینٹنگ کی جانے والے پونے چلتا ہے کہ پاکستانی خاندانوں کے سب سے اوپر والے نہیں فیصد کا (آمدنی اور اس بناء پر) اخراجات میں حصہ غیر متناسب حد تک زیادہ ہے۔ لہذا اس کا مطلب یہی بنتا ہے کہ نیچے والے چالیس فیصد گھرانوں کا اخراجات میں حصہ غیر متناسب حد تک کم ہے۔ یہ تفاوت جسے ریاست پیدا کرتی ہے اور دوام دیتی

اگرچہ ملک کا جینی کوئینٹیل سال 2000-01 سے 0.41 کی سطح پر جمود کا شکار ہے لیکن دیہی آمدنی کی عدم مساوات میں نمایاں حد تک بگاڑ دیکھنے کو ملتا ہے۔ فی کس آمدنی کے دیہی جینی کوئینٹیل میں تقریباً آٹھ فیصد کا اضافہ ہوا جو 0.35 سے 0.38 تک پہنچ گیا۔ تاہم اس کی شہری آمدنی کی تقسیم میں معمولی بہتری سے بہرہ حال ایڈجسٹ کر لیا گیا اور یوں قومی جینی کوئینٹیل میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

6 دیکھیں ایس اکبر زیدی، Issues in Pakistan's Economy: A Political Economy Perspective، 2015، کے باب 23.4، سیکشن 23.4 میں اے ارسلیمن کی تحریر۔

7 عدم مساوات پر بعض ماہرین معاشیات نے بعض قابل ذکر تجزیاتی تجزیے کئے ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں: ہارون جمال، Growth and Income Inequality Effects on Poverty: The Case of Pakistan، (1988-2011)۔ تحقیقی رپورٹ نمبر 94، سوشل پالیسی اینڈ ڈیولپمنٹ سنٹر (ایس ڈی پی سی)، جنوری 2015۔ برکی، عابد و دیگر، Industrial Policy, Its Spatial Aspects and Cluster Development in Pakistan، جلد 1، صنعتی پالیسی 2010 کے لئے تجزیاتی رپورٹ، لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز، لاہور، 18 اکتوبر 2010۔ برکی، عابد و دیگر، Multiple Inequalities and Policies to Mitigate Inequality in Pakistan، اکنامک سیمینار کی تحقیقی رپورٹ، اسلام آباد، مارچ 2015۔ Innovative Development Strategies (Pvt.), Profiling Pakistan's Rural Economy for Microfinance، 2009۔

8 دیکھیں ایس اکبر زیدی، Issues in Pakistan's Economy: A Political Economy Perspective، 2015، کے باب 23.4، سیکشن 23.4 میں اے ارسلیمن کی تحریر۔



(ii) صنفی عدم مساوات

جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا ہے صنفی عدم مساوات کسی بھی ایسے معاشرے میں عدم مساوات کا اندازہ لگانے میں مدد دینے والے کئی پہلوؤں میں سے ایک ہے جس میں خواتین کے ساتھ بطور ایک گروہ مستقل امتیاز برتا جا رہا ہو اور اس حوالے سے پاکستان بھی کوئی استثنا نہیں۔ تاہم صنفی عدم مساوات کی پیمائش میں درپیش آنے والے مسائل خاصے نمایاں ہیں۔ پاکستان میں صنفی عدم مساوات اور امتیاز کی جڑیں خاصی گہری ہیں جو لڑکیوں اور خواتین کی کثیر حیثیت، اور ان کی جسمانی، معاشی، سماجی اور نفسیاتی بے اختیاری سے جڑی ہیں۔ مسلسل تین سالوں (2012، 2013 اور 2014) سے پاکستان ورلڈ انکوائری فورم کی طرف سے تیار کئے جانے والے اصناف کے درمیان فرق کے سالانہ انڈیکس میں آخری سے صرف ایک نمبر پیچھے رہ گیا ہے۔ اصناف کے درمیان فرق کی عالمی رپورٹ میں پاکستان کا رینک 135 واں ہے اور علاقائی رینکنگ میں 134 ویں نمبر سے نیچے ہوتے ہوئے آخری نمبر پر آ گیا ہے جبکہ ایشیا اینڈ پیسیفک رینج میں اس کا رینک سب سے آخری ہے۔

تازہ ترین اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ صنفی مساوات اور اختیار خواتین پر ہزارہ ترقیاتی مقاصد کے حصول کے اعتبار سے پاکستان کی پیشرفت درست راہ سے کہیں دور رہی۔ پاکستان انکوائری فورم 2015-16 کے مطابق 2015 کے دوران مردوں کی شرح خواندگی 70 فیصد اور عورتوں کی 49 فیصد تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواتین کی شرح خواندگی 21 فیصد کم ہے جسے دستیاب و مسائل کو روکنے کا رول ہونے سے دور کرنا اور تعلیم کے اعتبار سے مردوں اور عورتوں میں برابری پیدا کرنا ضروری ہے۔ 9 مزید برآں پاکستان میں اجرتوں کے اعتبار سے اصناف کے درمیان فرق بھی خطے میں سب سے زیادہ سمجھا جاتا ہے۔

اس حقیقت کے باوجود کہ تقریباً تمام سماجی و معاشی اشاریوں سے متعلق موازنے کے اعداد و شمار میں پاکستانی خواتین کی کارکردگی مردوں کے مقابلے میں بدتر ہے، ڈیٹا سے دو چیزیں کن باتیں سامنے آتی ہیں۔ پہلی، بعض اہم کیٹیگریز میں خواتین کی کارکردگی غیر متوقع طور پر مردوں کے مقابلے میں بہتر ہے۔ دوسری، مردوں کے مقابلے میں خواتین کی بہتری میں تبدیلی کی شرح مردوں سے زیادہ تیز اور بلند ہے۔ ظاہر ہے جب شروعات بہت سے نیچے ہو تو معمولی سی واضح بہتری بھی موازنے میں خاصی بڑی ہوتی ہے۔ ذیل میں ایسے ہی کچھ اعداد و شمار دیئے گئے ہیں جو اس نکتے کی وضاحت کرتے ہیں البتہ یہ ذہن میں رکھا جائے کہ یہ جزوی تصویر ہے۔ کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ پاکستان میں خواتین کی حالت اچھی ہے، چاہے اسے آپ حتی اعتبار سے دیکھیں یا مردوں کے ساتھ موازنے کی نظر سے، البتہ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں بہتری آ رہی ہے۔

یہ کوئی جبرانی بات نہیں کہ مردوں کے مقابلے میں خواتین زیادہ عرصہ زندہ رہتی ہیں اور تقریباً سبھی ملکوں میں ان کا عرصہ حیات نسبتاً زیادہ ہے۔ البتہ یہ بات ضرور جبران کن ہے کہ پاکستان میں پیدائش کے وقت خواتین کا متوقع عرصہ حیات 2005-06 میں 63.8 سال جبکہ مردوں کا 63.9 سال تھا لیکن 2012-13 تک اس میں شاندار تبدیلی یہ آئی کہ خواتین کی متوقع عمر 66.5 سال اور مردوں کی صرف 64.6 سال ہو گئی۔¹⁰ یو این ڈی پی گلوبل ہیومن ڈولپمنٹ رپورٹ 2015 کے مطابق پاکستان میں سال 2014 میں پیدائش کے وقت خواتین کی متوقع عمر 67.2 سال جبکہ مردوں کی 65.3 سال تھی۔¹¹ شیر خوار بچوں کی شرح اموات نہ صرف شہری علاقوں میں بلکہ دیہی علاقوں میں بھی عورتوں میں جبران کن حد تک (بچوں کی صنف کی ترجیحات کے پیش نظر) مردوں کے مقابلے میں کم ہے لیکن 2005-06 اور 2011-12 کے درمیان مردوں کے مقابلے میں عورتوں میں یہ زیادہ تیزی سے کم ہوئی ہے یعنی اوسطاً ایک ہزار افراد میں عورتوں کے لے اسے 14 پوائنٹ (67 سے 53) اور مردوں کے لئے صرف سات پوائنٹ (73 سے 66) کی کمی آئی ہے۔¹² خاتون سربراہ والے گھرانوں کا تناسب 2008-09 میں 6.8 فیصد تھا جو 2011-12 میں بڑھ کر 10.6 فیصد ہو گیا۔ بلاشبہ ان اعداد و شمار کی تشریح صنفی اور مثبت کنٹرولوں سے کی جاسکتی ہے، ان سے یہ بھی ظاہر ہو سکتا ہے کہ خواتین نے اپنی زندگیوں کے حوالے سے کچھ عملی حیثیت حاصل کر لی ہے یا پھر یہ حقیقت کہ آج وہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ مغلص ہیں۔ خیر پختہ خواہ میں تمام دیہی گھرانوں کا تقریباً پانچواں حصہ خاتون سربراہوں والا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوبے سے مردوں کی منتقلی کی سطح بلند ہے۔¹³

صنفی برابری کا انڈیکس (جی پی آئی) اکثر تعلیم میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی شمولیت کے تناسب کی پیمائش کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں مجموعی طور پر جی پی آئی کا تناسب اندازاً 0.86 ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں صرف 86 لڑکیاں پرائمری یا لوئر سیکنڈری سکول میں پڑھ رہی ہیں۔¹⁴ پنجاب کا جی پی آئی 0.94 ہے جو قومی اوسط سے بھی بلند ہے لیکن سندھ (0.79)، خیبر پختونخواہ (0.71) اور بلوچستان (0.71) میں یہ تناسب خاصا نیچے ہے۔

لڑکوں اور لڑکیوں کے داخلے کے ڈیٹا سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ پرائمری سکول کی سطح پر لڑکیوں کا داخلہ اگرچہ لڑکوں سے کم ہے لیکن یہ لڑکوں کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ 2002-03 کے دوران پرائمری سکول کی سطح پر لڑکیوں کے داخلے میں صرف 34 فیصد تک اضافہ ہوا جبکہ اسی عرصے کے دوران لڑکوں کے داخلے میں صرف 13.5 فیصد اضافہ ہوا۔¹⁵ اس سے بھی زیادہ جبرانی کی بات یہ ہے کہ مل سطح کی تعلیم میں یہ رجحان اس سے بھی زیادہ مضبوط ہے جہاں 2002-03 سے 2012-13 کے دوران لڑکیوں کی تعلیم میں اضافہ 54 فیصد رہا جبکہ لڑکوں میں یہ 26 فیصد تھا۔ سیکنڈری سطح پر بھی وہی غیر متوقع صورتحال ہے کہ گزشتہ دہائی کے دوران لڑکیوں کی شمولیت میں 53 فیصد اضافہ ہوا اور لڑکوں میں بھی تقریباً اتنا ہی رہا۔

عام خیال یہ ہے کہ لڑکیاں سکول نہیں جاتیں لیکن اس کے باوجود گزشتہ دہائی کے ڈیٹا سے اس میں بڑی تبدیلی ظاہر ہوتی ہے، اسی بڑی کی لڑکیوں سے کہیں زیادہ ہے۔ سکولوں میں لڑکیوں کی تعداد واقعی لڑکیوں سے زیادہ ہے لیکن لڑکیاں تیزی سے ان کے قریب پہنچ رہی ہیں۔ مزید برآں، ایک اور جبران کن نتیجہ یہ ہے کہ

پاکستان کے آرٹس اور سائنس کالجوں میں 2001-02 سے 2012-13 کے دوران لڑکوں کے داخلے کا تناسب دو گنا ہو گیا ہے جبکہ لڑکیوں میں یہ 82 فیصد تک بڑھ گیا ہے۔¹⁷ اعلیٰ تعلیم یعنی یونیورسٹیوں اور کالجوں میں بھی لڑکیوں کی شمولیت کی شرح لڑکوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہو گئی ہے۔ ایک جبران کن بات 2003-04 سے 2014-15 کے درمیان یونیورسٹی تعلیم میں داخلے کی شرح ہے۔ یونیورسٹیوں میں لڑکوں کے داخلے کی شرح میں اس دہائی کے دوران 258 فیصد تک اضافہ ہوا ہے لیکن انہی دس سالوں میں لڑکیوں کا اضافہ 432 فیصد رہا ہے! 2003-04 میں کل یونیورسٹی داخلوں میں 42 فیصد لڑکیاں تھیں۔ 2014-15 میں اندازہ ہے کہ پاکستانی یونیورسٹیوں میں لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیاں زیادہ ہیں یعنی 48 فیصد کے مقابلے میں 52 فیصد۔¹⁸ 2011-12 تک یونیورسٹیوں میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے بڑھ چکی تھی۔

ڈیٹا کے دیگر سیٹ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ عورتوں کی حالت، اگر ہم ان اعداد و شمار کو بہتری کی علامت کے طور پر دیکھیں، مردوں کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے بہتر ہو رہی ہے۔ کسی طور یہ پاکستانی عورتوں کے بارے میں زیادہ تر لوگوں کے خیال، تاثر کے برعکس ہے۔ ظاہر ہے ان مثبت رجحانات کے باوجود ڈیٹا سے ملنے والی کئی باتیں اس کے حق میں بھی جاتی ہیں جن میں مختلف علاقوں، صوبوں، اضلاع اور طبقات کے درمیان شدید فرق اور ان سے متعلق باتیں شامل ہیں۔ بہر حال اس سے انکا بھی مشکل ہے کہ عورتوں کی حیثیت اور حالت کئی حوالوں سے گزشتہ تقریباً دو دہائیوں سے خاطر خواہ حد تک بہتر ہو گئی ہے اور شاید کئی حوالوں سے مردوں کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے بہتر ہو رہی ہے۔ اصناف کے درمیان فرق کم ہو رہا ہے۔¹⁹

(iv) علاقائی عدم مساوات

ایک ایسے ملک میں جہاں اضلاع کی تعداد سے زیادہ ہے اور بنیادی ڈھانچے اور مواقع کے اعتبار سے سب کی حالت مختلف ہے، یہ کوئی جبرانی بات نہیں کہ مختلف علاقوں، صوبوں اور اضلاع کے درمیان مساوات (عدم مساوات) میں وضع فرق پایا جاتا ہے۔ جدول 2 میں پاکستان میں علاقائی غربت پر ڈیٹا پیش کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہ صرف دیہی اور شہری کے درمیان بلکہ صوبوں کے درمیان اور صوبوں کے اندر شہری اور دیہی کے درمیان بھی بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے۔ مزید برآں اس جدول میں دو دہائیوں سے زائد عرصے کے رجحانات بھی دکھائے گئے ہیں۔

اس جدول کی کچھ خاص باتوں کا مختصراً ذکر ضروری لگتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پاکستان میں غربت کم ہوئی ہے لیکن یہ معاملہ بڑی حد تک تین صوبوں کا ہے جبکہ بلوچستان میں یہ نمایاں حد تک بڑھ گئی ہے۔ مزید برآں، شہری غربت دیہی غربت کے مقابلے میں کہیں کم ہے اور اس میں زیادہ تیزی سے کمی آئی ہے۔ جدول 2 سے جہاں پاکستان کے چاروں صوبوں میں مختلف علاقوں کے درمیان غربت میں پایا جانے والا فرق ظاہر ہوتا ہے وہیں جدول 3 چاروں صوبوں میں آمدنی کی عدم مساوات کے اعتبار سے خاصے مختلف اور جبران کن تصویر پیش کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجاب اور سندھ میں عدم

- 9 حکومت پاکستان، پاکستان انکوائری فورم 2015-16، جو یہاں سے دستیاب ہے: http://www.finance.gov.pk/survey/chapters_16/10_Education.pdf
- 10 حکومت پاکستان، Compendium on Gender Statistics of Pakistan 2014، وفاقی شماریات بیورو، شماریات ڈویژن، اسلام آباد، اکتوبر 2014، یہ اعداد و شمار صفحہ 22 پر دیئے گئے ہیں۔
- 11 یو این ڈی پی گلوبل ہیومن ڈولپمنٹ رپورٹ 2015، جو یہاں سے دستیاب ہے: http://hdr.undp.org/sites/default/files/2015_human_development_r_eport.pdf
- 12 ایضاً، صفحہ 21
- 13 ایضاً، صفحہ 24
- 14

2005-06	2000-01	1996-97	1990-91	
22.36	34.36	27.11	37.41	مجموعی
18.78	32.38	26.41	40.49	پنجاب
21.74	34.16	19.22	27.16	سندھ
27.57	41.75	37.64	44.09	خیبر پختونخواہ
50.74	37.36	34.38	26.42	بلوچستان
13.74	22.32	20.69	26.51	شہری علاقے
12.51	23.13	21.99	28.29	پنجاب
11.88	19.2	17.27	22.94	سندھ
23.98	29.44	22.41	32.14	خیبر پختونخواہ
32.18	26.75	23.24	21.99	بلوچستان
26.73	39.27	35.47	42.51	دیہی علاقے
21.76	36.13	32.62	45.51	پنجاب
31.38	43.73	36.51	31.17	سندھ
28.24	43.87	42.82	46.49	خیبر پختونخواہ
56.48	39.59	40.42	27.48	بلوچستان

ذرائع: برکی، عابد، منیر، کمال، خان، مشتاق، خان، ایم عثمان، نعیم، عدیل۔

خالہ، عائشہ، حسین، سید، تراب۔ Industrial Policy: Its

Spatial Aspects and Cluster Development in Pakistan

- جلد 1: Report to the Industrial Policy 2010

- لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز، لاہور، 18 اکتوبر 2010۔

کو ایشیائی

فیصد تبدیلی	2013-14	1987-88	
22.9	0.43	0.35	پنجاب
12.5	0.45	0.4	شہری
29	0.4	0.31	دیہی
11.8	0.38	0.34	سندھ
-5.3	0.36	0.38	شہری
36.4	0.3	0.22	دیہی
16.1	0.36	0.31	خیبر پختونخواہ
25.7	0.44	0.35	شہری
6.7	0.32	0.3	دیہی
18.8	0.38	0.32	بلوچستان
28.1	0.41	0.32	شہری
9.7	0.34	0.31	دیہی

ذرائع: گھرانہ آمدنی اور اخراجات سروے (انج آئی ای ایس) سے تیار کئے گئے

کثیر جیتی غربت اور عدم مساوات

صوبائی ڈیٹا سے جہاں چاروں صوبوں کے درمیان تفاوت اور عدم مساوات کی وسیع تر تصویر سامنے آتی ہے وہیں صوبوں کے اندر ضلعی سطح پر اعداد و شمار کو مزید الگ الگ کرنے سے یہ چلتا ہے کہ صوبوں کے اندر کس قدر تفاوت اور عدم مساوات پائی جاتی ہے۔

کثیر جیتی غربت کا انڈیکس (ایم پی آئی) شدید غربت کی پیمائش کا ایک بین الاقوامی طریقہ ہے۔ اس میں آمدنی کی غربت کے ساتھ تعلیم و صحت اور رہن

سہن کے معیار کے اعتبار سے شخص کو درپیش شدید محرومیوں کا بھی احاطہ کیا جاتا ہے۔ دوسری جانب آمدنی یا تصرف کی بنیاد پر پیمائش صرف پیسے کی کمی کے طور پر غربت کا احاطہ کرتی ہیں۔ تاہم جو شخص غریب ہے وہ بیک وقت کئی طرح کی محرومیوں مثلاً ناقص غذائیت، غیر محفوظ پانی، ناکافی سکول تعلیم وغیرہ سے بھی دوچار ہوتا ہے۔

ریاضیاتی اعتبار سے ایم پی آئی غربت کے دو پہلوؤں یعنی فرد شاری اور شدت کو یکجا کرتا ہے۔ فرد شاری ایسے لوگوں کا فیصد تناسب ہے جو کثیر جیتی اعتبار سے غریب ہیں۔ شدت اوسطاً کسی غریب فرد کو درپیش اوزانی محرومی ہے۔ ایم پی آئی ان دو اوزاء کا مجموعہ ہے اور کل محرومی کو ظاہر کرتا ہے جو اس صورت میں ہو گی کہ تمام لوگ اشاریوں میں محرومی کا شکار ہوں۔ ایم پی آئی میں تین جہتیں یعنی صحت، تعلیم اور رہن سہن کا معیار اور 15 اشاریے شامل ہیں۔ ہر جہت کو جہاں 1/3 کا مساوی وزن دیا گیا ہے وہیں اشاریوں کے اوزان مختلف ہیں۔ کسی بھی ایسے شخص کو کثیر جیتی اعتبار سے غریب سمجھا جاتا ہے جس کے اشاریوں کا اوزان مجموعی اشاریوں کے ایک تہائی پر پورا اترتا ہو یا ان سے تجاوز کرتا ہو۔ جدول 4 میں ہر صوبے کے سب سے اوپر والے پانچ اور سب سے نیچے والے پانچ اضلاع کا ایم پی آئی سکور دیا گیا ہے۔ پنجاب کے کئی اضلاع کی کارکردگی جہاں اچھی ہے وہیں خیبر پختونخواہ اور خاص طور پر بلوچستان کے معاملے میں عام طور پر محض صوبائی دارالحکومت میں ترقی سے متعلق سہولیات موجود ہیں۔ البتہ کچھ حیرانی کی بات نہیں کہ پاکستان کے سب سے زیادہ محروم اور سب سے پسماندہ اضلاع بلوچستان میں ہیں۔

جدول 4: سب سے اوپر والے اور سب سے نیچے والے اضلاع کی ایم پی آئی رینٹنگ

بلوچستان		سندھ		پنجاب		خیبر پختونخواہ	
ایم پی آئی	ضلع	ایم پی آئی	ضلع	ایم پی آئی	ضلع	ایم پی آئی	ضلع
0.213	کوئٹہ	0.019	کراچی	0.017	لاہور	0.110	ہری پور
0.275	قنات	0.129	حیدرآباد	0.032	راولپنڈی	0.148	پشاور
0.285	خضدار	0.194	لاڑکانہ	0.035	جہلم	0.149	ایبٹ آباد
0.293	گوادر	0.197	سکھر	0.041	الگ	0.153	مردان
0.302	مستونگ	0.247	دادو	0.056	چکوال	0.168	نوشہرہ
0.546	چانچ	0.437	مٹھہ	0.273	بہاولپور	0.422	بہگرام
0.575	زیارت	0.447	سہاول	0.289	رحیم یار خان	0.438	ٹانگلہ
0.627	برکھان	0.455	ٹنڈو محمد خان	0.338	مظفر گڑھ	0.443	دیر بالا
0.633	ہرنائی	0.481	تھر پارکر	0.351	ڈیرہ غازی خان	0.571	طوفرخر
0.641	تلمبہ عبداللہ	0.504	عمرکوٹ	0.357	راجن پور	0.581	کوہستان

ذرائع: پلاننگ کمیشن، یو این ڈی پی، اوکسفر ڈیپالسی اینڈ ہیومن ڈویلپمنٹ ایشیو (2016)، پاکستان میں کثیر جیتی غربت

فی کس آمدنی کی تقسیم بھی کئی صوبوں میں 1987-88 اور 2013-14 کے عرصے کے دوران (جدول 3) بدتر ہو گئی۔ اس شکل سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجاب کا جینی کو ایشیائی انڈیکس سب سے بلند ہے جس کے بعد سندھ، خیبر پختونخواہ اور بلوچستان ہیں۔²⁰

اس میں کچھ دلچسپ باتیں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ تجزیہ میں شامل عرصے کے دوران آمدنی کی تقسیم میں بگاڑ پنجاب اور سندھ کے دیہی علاقوں میں نمایاں حد تک زیادہ ہے اس کے برعکس خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں شہری عدم مساوات نمایاں حد تک بگڑ گئی ہے۔ مجموعی صوبائی عدم مساوات میں تبدیلیوں کے اعتبار سے پنجاب میں عدم مساوات میں سب سے زیادہ اضافہ (23 فیصد) دیکھنے کو ملتا ہے جس کے بعد بلوچستان (19 فیصد)، خیبر پختونخواہ (16 فیصد) اور سندھ (12 فیصد) آ جاتے ہیں۔ ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ شہری سندھ میں فی کس آمدنی کی عدم مساوات معمولی سی کم ہو کر 0.38 سے 0.36 پر آ گئی ہے۔ ڈیٹا سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے جو یہاں نہیں دیا گیا کہ 2000-01 اور 2004-05 کے عرصے کے دوران شہری سندھ میں عدم مساوات میں کمی آئی ہے۔

14 یونیسیف، Out-of-School Children in the Balochistan, Khyber Pakhtunkhwa, Punjab and Sindh Provinces of Pakistan، اسلام آباد، 2013۔

15 Compendium on Gender Statistics of Pakistan 2014، صفحہ 58

16 ایضاً، صفحہ 59

17 ایضاً، صفحہ 62

18 حکومت پاکستان، پاکستان انکانک سروے 2014-15، فٹنٹس ڈویژن، اسلام آباد، جون 2015، صفحہ 130 (شاری ضمیمہ)۔

19 اس سیکشن کا زیادہ تر حصہ ایس اکبر زیدی کے غیر شائع شدہ مقالہ بعنوان "Making Women Equal: Is the Gender Gap Narrowing in Pakistan?" سے اخذ کیا گیا ہے جو انہوں نے یو این ڈی پی، نئی دہلی کے لئے دسمبر

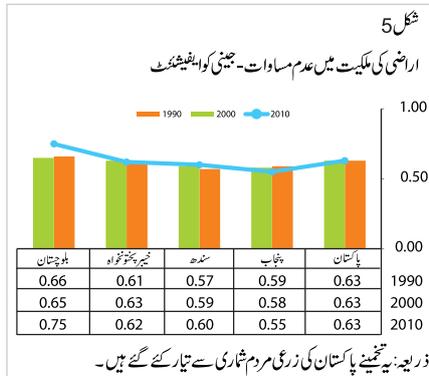
2015 میں تیار کیا۔

20 عدم مساوات ایک اضافی پیمائش ہے اور فلاح یا محرومی کی مطلق سطح بیان نہیں کرتی۔ تاہم یہ دونوں تصورات ایک دوسرے سے الگ تھلک نہیں اور محض مختلف حالتوں کو بیان کرتے ہیں۔ مطلق اعتبار سے بلوچستان سب سے غریب صوبہ ہے جہاں غربت کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ تاہم مطلق غربت کی بلند سطح کے باوجود اضافی محرومی یا عدم مساوات اس صورت میں شاید اتنی بلند نہ ہو اگر صوبے میں آمدنی کی سطحوں میں فرق زیادہ نہ ہو۔ اس حقیقت کا کہ بلوچستان بلند مطلق غربت لیکن آمدنی کی پست عدم مساوات کا شکار ہے اور پنجاب پست مطلق محرومی لیکن بلند عدم مساوات کا شکار ہے مطلب یہی بنتا ہے کہ دونوں صوبوں میں مختلف پالیسی اقدامات کی ضرورت ہے۔

پانچ ایکڑ سے کم		پانچ ایکڑ اور زائد		رقبہ	کھیت
رقبہ	کھیت	رقبہ	کھیت		
پاکستان					
1990	54	13	2	28	
2000	62	17	2	23	
2010	68	21	1	21	
پنجاب					
1990	53	14	2	27	
2000	62	19	1	15	
2010	68	27	1	8	
سندھ					
1990	36	8	5	41	
2000	43	10	4	29	
2010	51	12	3	23	
خیبر پختونخوا					
1990	72	25	1	16	
2000	81	33	1	17	
2010	83	37	1	11	
بلوچستان					
1990	26	3	10	57	
2000	30	4	8	49	
2010	40	4	7	63	

ذرائع: زرعی مردم شماری (1990، 2000 اور 2010)

اگرچہ کھیتوں کی ملکیت میں جم کا تجزیہ، جو شکل 5 میں پیش کیا گیا ہے، مفید معلومات فراہم کرتا ہے، اراضی کی ملکیت میں عدم مساوات کی پیمائش کا خلاصہ مختلف علاقوں کے درمیان اور وقت کے ساتھ تقسیم کے موازنے میں مدد دیتا ہے۔ عدم مساوات کے لئے سب سے زیادہ استعمال ہونے والے مشہور زمانہ جینی کو اہلیشنڈ 23 کا اطلاق کھیتوں اور ملکیتی اراضی کے رقبے سے متعلق ڈیٹا پر کیا گیا ہے۔ جینی کو اہلیشنڈ کی اندازاً سطح شکل 6 میں دی گئی ہے۔ اگرچہ پاکستان کا اندازاً جینی کو اہلیشنڈ 1990 سے 0.63 کی سطح پر محدود شکار ہے لیکن صوبوں میں نمایاں تبدیلیاں صاف ظاہر ہیں۔ جدول سے پنجاب میں کمی کا رجحان اور سندھ و بلوچستان میں بڑھنے کا رجحان بھی دکھائی دیتا ہے۔ جینی کو اہلیشنڈ کے اعتبار سے اراضی کی ملکیت میں سب سے زیادہ عدم مساوات بلوچستان میں دیکھنے میں آتی ہے۔



ذرائع: یہ تخمینے پاکستان کی زرعی مردم شماری سے تیار کئے گئے ہیں۔

کئی حوالوں سے پاکستان کی سیاست کے پیش نظر یہ واضح کرنا اور سمجھنا مشکل نہیں کہ عدم مساوات کیوں موجود ہے اور کیوں اپنی جگہ برقرار ہے۔ عدم مساوات کے ڈھانچے جاتی اسباب کا تعلق قس نہیں کیا گیا اور ادارہ جاتی اسباب اپنی جگہ موجود ہیں جو مثال کے طور پر خدمات تک رسائی سے محروم کرتے ہیں۔ پاکستان میں زرعی اراضی کی انتہائی غیر مساویانہ تقسیم کے پیش نظر یہ بات بجا ہے کہ اراضی کی غیر مساویانہ ملکیت سے پیدا ہونے والی دولت اور طاقت پاکستان میں عدم مساوات پر وسیع تر اثرات مرتب کرتی ہے۔ پروفیسر محمود حسن خان کے مطابق ”دیہی علاقوں میں غربت کی پیہم بلند سطح سے چھوٹے زمینداروں (کسان خاندانوں) اور بے زمین افراد کو اپنی ذمہ داری لیتی ہے، جن میں مویشی پالنے والے چھوٹے مالکان، مزارعین اور اجرت پر کام کرنے والے وہ مزدور شامل ہیں جن سے زیادہ تر زرعی شعبے میں کام لیا جاتا ہے۔ ان میں سے کئی گھرانوں میں خواتین کو ثقافت پر مبنی امتیاز کے ہاتھوں مردوں کے مقابلے میں زیادہ مشکلات اٹھانا پڑتی ہیں۔ بے زمین لوگوں کی موجودگی کا باعث اراضی کی ملکیت کی انتہائی غیر مساویانہ تقسیم ہے۔ ایسے کوئی براہ راست شواہد موجود نہیں کہ کون کتنی زمین کا مالک ہے کیونکہ صوبائی لینڈ کمیشن عوام کو اراضی کی انفرادی ملکیت کا ڈیٹا دیکھنے کی اجازت نہیں دیتے یا شائع نہیں کرتے۔ دس سالہ زرعی مردم شماری کے ڈیٹا سے ظاہر ہوتا ہے کہ اراضی کی ملکیت چند ہاتھوں تک محدود ہے اور ایوب اور جھٹو کے دور کی اراضی اصلاحات کے باوجود وقت کے ساتھ عدم مساوات میں اضافہ ہوتا گیا ہے۔“²¹

ارضی کی تقسیم میں جو کئی مختلف ذرائع اور عناصر میں سے ہمیں آمدنی کی عدم مساوات کا ایک بڑا پیمانہ ہے۔ ”مجموعی عدم مساوات میں زرعی آمدنی کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ یہ آمدنی کی مجموعی عدم مساوات کا 35 سے 45 فیصد بنتی ہے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ زرعی آمدنی بڑی حد تک اراضی کی ملکیت سے جڑی ہے جو بحیثیت مجموعی دیہی پاکستان میں خاصے نامہوار انداز میں تقسیم ہے۔“²² شکل 5 اور 6 میں دیہی پاکستان میں اراضی کی ملکیت کی تقسیم کی سطح اور اس میں آنے والی تبدیلیوں کو ظاہر کیا گیا ہے۔ شکل 5 جس میں اراضی کی تقسیم کے تحت سب سے زیادہ اور سب سے کم ملکیت کے جم کا تجزیہ کیا گیا ہے، اراضی کی انتہائی غیر مساویانہ تقسیم کی نشاندہی کرتی ہے۔ سب سے چٹا جانب کے 68 فیصد وہ ہیں جو پانچ ایکڑ سے کم والے کھیتوں کے مالک ہیں اور جن کا کل رقبہ زرعی اراضی کا 21 فیصد بنتا ہے۔ اس کے مقابلے میں صرف ایک فیصد ایسے ہیں جو 150 ایکڑ یا زائد کے مالک ہیں اور ان کا کل رقبہ زرعی اراضی کا 21 فیصد بنتا ہے۔ صوبہ پنجاب میں اراضی کی تقسیم صوبہ سندھ کے مقابلے میں قدرے بہتر لگتی ہے کیونکہ پچاس ایکڑ یا زائد اراضی والے صوبے کے کل زرعی رقبے کے صرف آٹھ فیصد کے مالک ہیں۔ حسب توقع خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں یہ تقسیم خاصی مختلف ہے جہاں بڑی حد تک زراعت پر گزر بسروالی بات دیکھنے میں آتی ہے۔ صوبہ خیبر پختونخوا میں پانچ ایکڑ سے کم اراضی کی ملکیت کا تناسب، سب سے زیادہ (83 فیصد) ہے جبکہ بلوچستان میں صرف سات فیصد ایسے ہیں جن کے قبضے میں صوبے کے کل زرعی رقبے کا 63 فیصد ہے۔

پاکستان کی معیشت اور سیاست پر زراعت کی گرفت متعدد عوامل کی بناء پر کمزور ہو رہی ہے جن میں دیہات سے شہروں کی طرف منتقلی، زرعی ادبی علاقوں میں اراضی کی ملکیت چند ہاتھوں میں آنا، شہری آبادی بڑھنے کی رفتار اور یہ حقیقت شامل ہیں کہ دیہی زرعی علاقوں کا زیادہ انحصار آب آمدنی کے غیر زرعی ذرائع پر ہے۔ سماجی اور ڈھانچہ جاتی تبدیلی و تغیر کے ان پہلوؤں کا مطلب یہی ہے کہ زرعی اراضی کی ملکیت سے ہٹ کر دیگر طریقے عدم مساوات پیدا کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ اس ضمن میں روزگار اور روزگار پیدا کرنے کے رجحان کے علاوہ اجرتیں بھی عدم مساوات میں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔ اس حوالے سے پروفیسر محمود حسن خان زرعی شعبے میں اجرتوں کے مسئلے کی نشاندہی کرتے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ”بے زمین افراد جن کی تعداد بڑھ رہی ہے، کے لئے اجرت والی مزدوری اب گزر بسر کا بڑا ذریعہ ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اجرت والی مزدوری سے آمدنی کا انحصار بالخصوص دیہی علاقوں میں کاشت کاری میں محنت کی مانگ اور اجرت کی شرح پر ہے۔ زراعت میں محنت کی مانگ موہی ہے (جو بہت زیادہ منتہی ہے) اور نظائر اس میں اضافہ نہیں ہو رہا۔ بعض علاقوں میں، شہری صنعتی علاقوں کے قریب ملازمت کے مواقع بہتر ہیں لیکن کم مہارت والی ملازمتوں کے لئے وہاں مقابلہ بہت زیادہ ہے۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اجرت کی معمولی شرح افراط زر کی شرح کے ساتھ نہیں چل پاتی۔ دوسرے لفظوں میں مزدور اجرت کے طور پر جو کچھ کماتے ہیں اس کی قوت خرید کم ہو رہی ہے اور بڑھ نہیں رہی۔“²⁴ یہ تمام عوامل عدم مساوات میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔

ملازمتیں شہری ہوں یا دیہی، مزدوروں کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو زیادہ اجرت والی ملازمت کے لئے درکار تعلیم نہیں رکھتے کیونکہ تقریباً نصف انفرادی ناخواندہ ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک چوتھائی برسر روزگار بالغ افراد 10 سال اور زائد کی سکول تعلیم رکھتے ہیں۔ رسمی تعلیم کے اضافی سالوں سے تنخواہیں غیر متناسب طور پر بڑھ جاتی ہیں لیکن اعلیٰ معیار کی مہارتوں پر اٹھنے والے اخراجات استطاعت سے باہر ہیں۔

معاشریات اور اراضی یا ملازمتوں تک رسائی سے آگے جائیں تو پاکستان میں عدم مساوات مذہب، ذات، عقیدے، رنگ، نسلی و انسانی، علاقے اور صنف کی بنیاد پر بھی پائی جاتی ہے اور یہ سب باتیں بنیادی معاشی اسباب کے علاوہ اپنی جگہ موجود ہیں۔ ایسے عوامل جن کی تشریح نام نہاد ثقافت یا مذہب کے نام پر کی جاتی ہے، عدم مساوات کے دیگر زیادہ بنیادی اور مادی اسباب کو دو چند کر دیتے ہیں۔ پاکستان میں جہاں مذہبی اور صنفی امتیاز نمایاں اور کافی پھیلا ہوا ہے، اس کا نتیجہ زیادہ عدم مساوات کی صورت میں برآمد ہوا ہے۔ پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے خلاف اور خواتین کے خلاف کہیں زیادہ قانونی اور معاشی امتیاز دیکھنے میں آتا ہے۔ عدم مساوات کی کئی واضح علامات ہیں جو عدم مساوات کو مزید دو چند کر دیتی ہیں۔ جیسا کہ عابد برکی اور ان کے ساتھیوں نے زور دیا ہے ”سماجی محرومی اور خاندانہ سلوک کے علاوہ تشدد اور پرخطر حیثیت کو پھر منڈی کے مواقع کی آپس میں جڑی عدم مساوات کے زاویے سے دیکھنا پڑتا ہے۔ اسی نکتے کی نشاندہی اس صورت میں بھی ہوتی ہے کہ آپ یہ دیکھیں کہ 1998 کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کے مقابلے میں غیر مسلموں کے بارے میں یہ امکان نصف ہوگا کہ وہ پڑھ پڑھائیں گے اور پنجاب میں غیر زرعی طبقہ اکثر سب سے زیادہ غریب اور سب سے زیادہ اختصار زدہ ہے۔ علاوہ ازیں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے صنفی عدم مساوات بہت نمایاں ہے۔“²⁵

جیسا کہ پہلے بھی ظاہر ہو چکا ہے پاکستان کے سیاق و سباق میں علاقائی عدم مساوات غالب اور پیہم ہے۔ اس میں سے کچھ تو ایک سرمایہ دارانہ، نوآموز

21 <http://www.dawn.com/news/1255613/landless-rural-poverty-and-publ-ic-policy>

22 ایڈمز، جونیئر۔ رچرڈ ایچ۔ جین سے ہی (1995)، Sources of Inequality and Poverty in Rural Pakistan، تحقیقی رپورٹ نمبر 102، انٹرنیشنل فوڈ پالیسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، واشنگٹن، ڈی سی۔

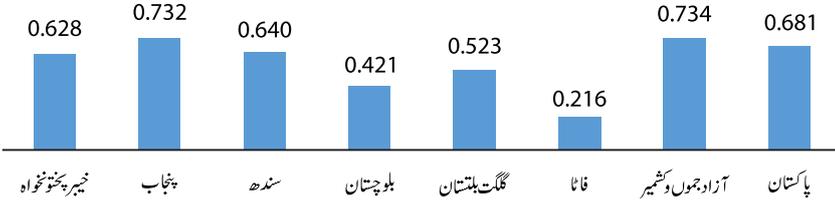
23 اس مشق کے لئے جینی کو اہلیشنڈ کا حساب زرعی مردم شماری کے گروہی ڈیٹا سے لگا یا گیا ہے۔

24 <http://www.dawn.com/news/1255613/landless-rural-poverty-and-publ-ic-policy>

25 برکی، عابد و دیگر۔ Multiple Inequalities and Policies to Mitigate Inequality in Pakistan، تحقیقی رپورٹ، اسلام آباد، مارچ 2015ء، صفحہ 53۔

سال 2014-15 کے لئے پاکستان کے اضلاع کے اندازاً ایچ ڈی آئی کا موازنہ شکل 9 کے ساتھ کیا گیا ہے جس سے پاکستان کے اضلاع میں انسانی ترقی کی سطح میں پائی جانے والی مقامی عدم مساوات حاصل ہو گئی ہے۔ اس شکل میں ہر صوبے کے سب سے اوپر والے اور سب سے نیچے والے پانچ اضلاع کے ایچ ڈی آئی سکور کی بنیاد پر پیش کئے گئے ہیں۔

شکل 6 پاکستان میں ایچ ڈی آئی کی صوبائی قدریں



- ذریعہ: 1. پی ایس ایل ایم 2014-15 کو استعمال کرتے ہوئے یو این ڈی پی کا تجربہ
- آزاد جموں و کشمیر کے لئے پی ایس ایل ایم 2012-13 (بصورت دیگر ڈیٹا کی عدم دستیابی کے باعث)
- فانا کے لئے ترقیاتی اشاریوں پر گھرانہ سروے (ایف ڈی آئی ایچ ایس) 2013-14

لبرل، منڈی پرستی نظام پر چلنے کے قدرتی جغرافیائی اثرات کا نتیجہ ہے۔ وسطی پنجاب اور کراچی پاکستان کے معاشی و سماجی ترقی کے نقشے پر حاوی ہیں کیونکہ ان کے پاس مالی، معاشی، سماجی اور ثقافتی مواقع ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں اور انہیں افزائش کی کڑیوں میں بدل دیتے ہیں۔ بلوچستان میں مثال کے طور پر کوئٹہ سے باہر کچھ اتنے زیادہ مقامات نہیں ہیں جہاں آپ معاشی، تعلیمی، مواقع اور افزائش کی بات کر سکیں اور سماجی ترقی مثلاً تعلیم و صحت کے مواقع کیاب ہیں۔ جس طرح افزائش کی کڑیاں آپس میں مل کر قدر کو بڑھاتے اور پیدا کرتے ہوئے سرمایہ پیدا کر سکتی ہیں اسی طرح وہ علاقے جو پسماندہ ہیں مطلق اور اضافی دونوں اعتبار سے نقصان اٹھاتے رہتے ہیں اور یہ ایسا ماڈل ہے جو خود کو تقویت دیتا ہے۔ تجربے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ”پاکستان میں معاشی سرگرمی کی سب سے چوڑا دینے والی خوبی پیداواری عوامل کا جغرافیائی ارتکاز اور چند شہروں میں ان کا قیام ہے اور انہی میں دیگر کے علاوہ غربت، تعلیم و صحت، بنیادی ڈھانچے اور آمدنی کی غیر مساوی تقسیم بھی شامل ہیں۔ چند میٹروپولیٹن علاقوں میں معاشی سرگرمیوں کا ارتکاز اس بات کی علامت ہے کہ ترقی اور پسماندگی ایک ساتھ مختلف علاقوں کے اندر اور ان کے درمیان موجود ہیں“²⁶ اور واضح نظر آتا ہے کہ سماجی بنیادی ڈھانچے میں سرمایہ کاری کا ارتکاز میٹروپولیٹن شہروں، بڑے شہروں اور ان کے فوجی اضلاع میں بہت زیادہ ہے جبکہ ان شہری مراکز سے دور واقع اضلاع (یعنی جنوبی پنجاب، اندرون سندھ کے علاوہ خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے دور افتادہ اضلاع) پسماندگی کا شکار ہیں۔“²⁷

پاکستان میں ہر طرف پھیلی پیہم عدم مساوات اور اخراج، مفلسی اور محرومی کو اس بنا پر پاکستان کے عدم مساوات پرستی معاشی، سماجی اور ثقافتی ڈھانچے سے منسوب کیا جانا چاہئے کہ اس میں اثاثوں کی ملکیت اور رسائی میں شدید عدم مساوات، آمدنی یعنی طبعی و انسانی سرمایے کی سماجی تقسیم، محنت کش معاشی پالیسیوں کے باعث ان اثاثوں سے ہونے والی آمدنی میں فرق اور دیگر سرکاری پالیسیوں کے ذریعے بگڑی ہوئی تقسیم نو مشلاً مساویانہ ٹیکس نظام کی عدم موجودگی شامل ہیں۔

انسانی ترقی کا تفصیلی خاکہ

انسانی ترقی انڈیکس (ایچ ڈی آئی) ایک اور اشاریہ ہے جو اگرچہ وسیع تر علاقائی سطح کی سہی لیکن عدم مساوات کو زمرہ خورد گوارا کرتا ہے۔ ایچ ڈی آئی پالیسی سازوں کی توجہ عام معاشی اعداد و شمار سے ہٹاتا ہے، چونکہ یہ ایک ایسا انڈیکس ہے جو تین بنیادی جہتوں میں کسی ملک / خطے کی اوسط کامیابیوں کی پیمائش کرتا ہے یعنی طویل و صحت مند زندگی، علم اور شائستگی اور شائستگی معیار زندگی۔

یو این ڈی پی ہیومن ڈویلپمنٹ رپورٹ 2015 کے مطابق پاکستان کا ریکارڈ 188 ممالک میں سے 147 واں ہے اور سال 2014 میں اس کا ایچ ڈی آئی 0.538 رہا۔ اس ایچ ڈی آئی کے اعتبار سے پاکستان کا شمار ”پست درمیانی انسانی ترقی“ والے ممالک کے گروپ میں ہوتا ہے۔ قومی ایچ ڈی آئی کی اندازاً سطح 0.681 ہے جو پاکستان میں انسانی ترقی کی درمیانی سطح کو ظاہر کرتی ہے۔ شکل 8 میں پاکستان کی صوبائی انسانی ترقی کی قدریں پیش کی گئی ہیں۔

26 برکی، عابد و دیگر، Industrial Policy, Its Spatial Aspects and Cluster Development in Pakistan۔ جلد 1، صنعتی پالیسی 2010 کے لئے تجزیاتی رپورٹ، لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز، لاہور، 18 اکتوبر 2010ء صفحہ 2274۔

27 ایضاً صفحہ 285۔

28 دیکھیں ایس اکبر بیدی، Issues in Pakistan's Economy: A Political Economy Perspective، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، 2015ء، کے باب 23، سیکشن 23.4 میں اے آر سلیمین کی تحریر۔

29 پاکستان ایچ ڈی آئی 2016 کے اشاریوں میں تعلیم (سکول تعلیم کے اوسط اور متوسط سال)، صحت (حفاظتی ٹیکوں کا تناسب اور صحت کی سہولیات پر اطمینان) اور رہن سہن کا معیار (کثیر جہتی غربت انڈیکس سے رہن سہن کے حالات بشمول بجلی، پینے کا پانی، سینی ٹیشن، بنیادی ڈھانچہ، گھرانے کا ایندھن اور گھرانے کا ٹائٹل)۔ ذرائع: پی ایس ایل ایم 2014-15 کو استعمال کرتے ہوئے یو این ڈی پی کا تجربہ، آزاد جموں و کشمیر کے لئے پی ایس ایل ایم 2012-13 (بصورت دیگر ڈیٹا کی عدم دستیابی کی بناء پر) اور فانا کے لئے فانا کے ترقیاتی اشاریوں پر گھرانہ سروے (ایف ڈی آئی ایچ ایس) 2013-14۔

شکل 7 پاکستان کے اضلاع کی ایچ ڈی آئی قومی رینٹنگ

پنجاب				خیبر پختونخواہ			
ضلع کا نام	ایچ ڈی آئی سکور	ایچ ڈی آئی کی کیفیت	ایچ ڈی آئی قومی رینٹنگ	ضلع کا نام	ایچ ڈی آئی سکور	ایچ ڈی آئی کی کیفیت	ایچ ڈی آئی قومی رینٹنگ
لاہور	0.877	بلند انسانی ترقی	1	ایبٹ آباد	0.761	بلند درمیانی انسانی ترقی	13
راولپنڈی	0.871	بلند انسانی ترقی	3	پشاور	0.756	بلند درمیانی انسانی ترقی	14
سیالکوٹ	0.834	بلند انسانی ترقی	5	ہری پور	0.732	بلند درمیانی انسانی ترقی	18
بہلم	0.829	بلند انسانی ترقی	6	مردان	0.703	بلند درمیانی انسانی ترقی	29
گجرات	0.795	بلند درمیانی انسانی ترقی	7	نوشہرہ	0.697	درمیانی انسانی ترقی	31
بھکر	0.625	درمیانی انسانی ترقی	51	ٹانک	0.459	پست درمیانی انسانی ترقی	76
رحیم یار خان	0.628	درمیانی انسانی ترقی	50	شائنگھ	0.438	پست انسانی ترقی	82
مظفر گڑھ	0.584	پست درمیانی انسانی ترقی	58	دیر بالا	0.375	پست انسانی ترقی	92
ڈبرہ غازی خان	0.535	پست درمیانی انسانی ترقی	64	طورغر	0.24	بہت پست انسانی ترقی	105
راجن پور	0.506	پست درمیانی انسانی ترقی	69	کوہستان	0.229	بہت پست انسانی ترقی	108
سندھ				بلوچستان			
ضلع کا نام	ایچ ڈی آئی سکور	ایچ ڈی آئی کی کیفیت	ایچ ڈی آئی قومی رینٹنگ	ضلع کا نام	ایچ ڈی آئی سکور	ایچ ڈی آئی کی کیفیت	ایچ ڈی آئی قومی رینٹنگ
کراچی	0.854	بلند انسانی ترقی	4	کوئٹہ	0.644	درمیانی انسانی ترقی	38
حیدرآباد	0.716	بلند درمیانی انسانی ترقی	22	پشین	0.482	پست درمیانی انسانی ترقی	73
نوشہرہ فیروز	0.665	درمیانی انسانی ترقی	37	مستونگ	0.459	پست درمیانی انسانی ترقی	7
سکھر	0.659	درمیانی انسانی ترقی	40	گوادر	0.443	پست انسانی ترقی	78
دادو	0.632	درمیانی انسانی ترقی	48	نوشکی	0.441	پست انسانی ترقی	79
ٹنڈو محمد خان	0.377	پست انسانی ترقی	90	چاغی	0.21	بہت پست انسانی ترقی	110
سجادول	0.377	پست انسانی ترقی	91	داسٹوک	0.188	بہت پست انسانی ترقی	111
عمرکوٹ	0.326	پست انسانی ترقی	96	ہرنائی	0.184	بہت پست انسانی ترقی	112
تھر پارکر	0.322	پست انسانی ترقی	97	جھل مگسی	0.183	بہت پست انسانی ترقی	113
	0.227	بہت پست انسانی ترقی	109	آواران	0.173	بہت پست انسانی ترقی	114

بلند انسانی ترقی - رینج <= 0.800 بلند درمیانی انسانی ترقی - رینج 0.700-0.799
 درمیانی انسانی ترقی - رینج 0.600-0.699 پست درمیانی انسانی ترقی - رینج 0.450-0.599
 پست انسانی ترقی - رینج 0.300-0.449 بہت پست انسانی ترقی - رینج > 0.300

رہنمائی: سب سے اوپر والے 5 اضلاع (قومی ایچ ڈی آئی رینٹنگ کے مطابق) سب سے نیچے والے 5 اضلاع (قومی ایچ ڈی آئی رینٹنگ کے مطابق)

- ذریعہ: 1. پی ایس ایل ایم 15-2014 کو استعمال کرتے ہوئے پوائنڈی کا تجزیہ
 2. آزاد جموں و کشمیر کے لئے پی ایس ایل ایم 13-2012 (بصورت دیگر ڈیٹا کی عدم دستیابی کے باعث)
 3. فائنا کے لئے فائنا کے ترقیاتی اشاریوں پر گھرانہ سروے (ایف ڈی آئی ایچ ایس) 14-2013

زیادہ تر پاکستان کی مختلف حکومتیں براہ راست عدم مساوات پر نہیں بلکہ غربت میں کمی پر کام کرتی رہی ہیں۔ تاہم غربت میں کمی کے پروگرام بھی بعض صورتوں میں مساوات پیدا کرنے والا اثر دکھاتے ہیں۔ مثال کے طور پر 1959 اور 1972 کی اراضی اصلاحات جن میں بڑے زمینداروں سے اراضی لے لی گئی اور ریاستی اراضی بے زمین کاشت کاروں میں تقسیم کی گئی، اس کا اثر یہ ہوا کہ بے زمین افراد کی غربت میں کمی آئی اور عدم مساوات کی سطح بھی نیچے آئی۔ تاہم آج کوئی پالیسی ساز اراضی اصلاحات کی بات نہیں کرتا ماسوائے چند ایک تدریسی ماہرین کے جو آج بھی پھر پورا انداز میں اراضی اصلاحات اور ان کے ساتھ وسیع تر زرعی اصلاحات کی بات کرتے ہیں۔

سماجی شعبوں بالخصوص تعلیم اور صحت پر سرمایہ کاری، جس سے ان لوگوں کو صحت اور تعلیم کی خدمات ملیں جو جو سکول نہیں جا رہے، اصناف اور علاقوں کے درمیان تعلیم کے بے پناہ فرق کو دور کرنے کی ایک کوشش ہے۔ سکول جانے والی لڑکیوں کی تعداد چونکہ کم ہے اس لئے لڑکیوں کو سکولوں پر توجہ مرکوز کرنا صنفی عدم مساوات سے نمٹنے کا جزوی اقدام ہے۔ اسی طرح غیر مراعات یافتہ علاقوں میں بنیادی ڈھانچے اور سماجی ترقیاتی سہولیات کی فراہمی سے علاقائی عدم مساوات کم کرنے میں مدد ملے گی لیکن شاید اس پیمانے پر اور اس رفتار سے نہیں جس کی ضرورت ہے۔ مزید برآں 2010 کا ساتواں قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ جس کے تحت بلوچستان اور خیبر پختونخواہ کے دو پسماندہ صوبوں کا حصہ بڑھا دیا گیا، اور آغا حقوق بلوچستان جیسے اقدامات جس کے تحت بلوچستان کو مالی وسائل مختص کئے گئے، پسماندہ علاقوں اور صوبوں کو وسائل فراہم کرنے کی جانب ایک اہم اقدام ہے جس سے صوبوں کے درمیان ترقی کے فرق میں کمی آئے گی۔

دیہی غریبوں کو پیداواری اثاثے فراہم کرنے کی جانب ابتدائی قدم یہ ہو سکتا ہے کہ بے زمین افراد کو ریاست کی ملکیتی 2.6 ملین ایکڑ دستیاب اراضی الاٹ کر دی جائے۔ اسے آپ ”ارضی کاشت کار کے لئے“ کے اراضی اصلاحات پروگرام کے متبادل کے طور پر نہیں دیکھ سکتے۔ زرعی مردم شماری 2000 کے مطابق تقریباً 4.97 ملین ایکڑ نجی ملکیتی تقریباً 25 جہاں 25 ایکڑ سے کم والے کھیتوں میں مکمل طور پر مزارعت کے تحت کاشت ہو رہی ہے۔ اراضی کی حقیقی اصلاحات کے لئے ضروری ہے کہ اسے ہی ایکڑ اراضی کاشت کاروں کی ملکیت میں لائی جائے۔ بہرحال 2.6 ملین ایکڑ (فرض کیا کہ یہ ساری قابل کاشت ہے) دیہی غربت کم کرنے میں نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ریاست کی ملکیتی 2.6 ملین ایکڑ اراضی بے زمین کاشت کار گھرانوں کو 15 ایکڑ فی گھرانہ کے حساب سے منتقل کر دی جاتی ہے تو 520,000 کے جگ جگ مزارعین اپنی زمین کے مالک بن جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ 25 ایکڑ سے کم والی کھیتی میں مزارعین کی کل تعداد (تقریباً 897,000) میں سے تقریباً 58 فیصد اپنی زمین کے مالک بن جائیں گے۔³⁰

کسی بھی ملک میں علاقائی اور آمدنی کی عدم مساوات دور کرنے کا ایک اہم طریقہ ٹیکس اور یونیورسٹی کا حصول ہے جو پھر ایسے گروہوں اور علاقوں کو مختص کئے جاتے ہیں جو کم مراعات یافتہ ہیں۔ تاہم پاکستان کے معاملے میں جیسا کہ ہم جانتے ہیں، حکومت امراء اور کھاتے پیتے لوگوں سے وسائل جمع نہیں کر پاتی، صرف ایک فیصد پاکستانی آبادی کسی طرح کا ٹیکس ادا کرتی ہے اور امراء کی طرف سے ٹیکس چوری بہت زیادہ ہے لہذا ٹیکس اقدامات کا انحصار بالواسطہ

ٹیکس نظام پر ہے جو رجسٹرڈ ٹیکس نظام ہے اور یوں عدم مساوات میں کمی کے بجائے الٹا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت تمام ٹیکسوں میں سے 61 فیصد بالواسطہ ٹیکس ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ جو پہلے سے غریب ہیں ان پر مزید بوجھ۔ مزید برآں، زراعت کی آمدنی پر ٹیکس چونکہ نہ ہونے کے برابر ہیں اس لئے امراء اور کھاتے پیتے لوگ، غریبوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ دولت سمیٹ رہے ہیں اور جمع کر رہے ہیں۔ حکومت کی غیر مشروط بنیاد پر نقد رقم منتقلی کی سکیم نے نظیر اکمل سپورٹ پروگرام، جو بلا اثر ٹیکس غیرے خواتین کے لئے ہے، اگرچہ کئی ملین خاندانوں تک پہنچنے میں کامیاب رہی ہے اور اس کا خیر مقدم بھی کیا جاتا ہے لیکن یہ دور رس ٹیکس اور سب سٹی پروگراموں کا متبادل ہرگز نہیں ہے۔

آئندہ لائحہ عمل

پاکستان میں عدم مساوات کم کرنے کی کوششوں کے حوالے سے دو باتیں اہم ہیں۔ پہلی، عدم مساوات پر کہیں زیادہ وسیع اور خاطر خواہ تحقیق اور بحث کی ضرورت ہے۔ تدریسی ماہرین اور محققین کو پالیسی سازوں میں یہ آگاہی بہتر بنانا ہوگی کہ وہ عدم مساوات کے ازالے کے لئے بہرحال کچھ نہ کیے کریں۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے پاکستان میں عدم مساوات پر کافی بحث عامی بحث نہیں ہوتی جبکہ تدریسی ماہرین اور محققین میں نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے اور سرکاری عہدیداروں اور پالیسی سازوں میں بالکل بھی نہیں ہوتی۔ اس روش کو بدلنا ہوگا۔ محققین اور تدریسی ماہرین جتنی بھی کوشش کر لیں وہ موزوں ڈیٹا کے بغیر زیادہ آگے تک نہیں جاسکتے اور عدم مساوات کے ازالے میں بھی سب سے بڑی رکاوٹوں میں سے ایک ہے۔ اس معاملے میں سرکاری حکمتوں اور عہدیداروں کو اس بات پر مائل کرنا ہوگا کہ وہ ڈیٹا کی فراہمی، سروے کرانے اور ڈیٹا عوام کے سامنے لانے میں کہیں زیادہ سزاگزار کردار ادا کریں۔ یہاں تک کہ دیہی زرعی اراضی کی ملکیت کے بارے میں معلومات بھی عوام کے سامنے نہیں لائی جاتیں لہذا تجزیہ میں مشکل تو ہوگی۔

دوسری اہم بات سرکاری پالیسی اقدامات کی ضرورت سے متعلق ہے۔ تدریسی ماہرین میں جیسے جگہ بھاری بھاری پھیلاؤ اور اراضی اصلاحات کی ضرورت کا ڈھنڈورا پیٹنے پر ہیں لیکن پاکستان کی سیاست، اس پر چھائی اشرافیہ کی ڈھانچہ جاتی تبدیلی کی اجازت ہرگز نہیں دے گی۔ بہرحال اگر تدریسی ماہرین یہ سمجھتے ہیں کہ اراضی اصلاحات دولت کی تقسیم اور آمدنی کی عدم مساوات کم کرنے کا اہم طریقہ ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اس مسئلے کو یونہی اٹھاتے رہیں۔

ایک کام جو حکومت کر سکتی ہے جس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے، ایک زیادہ منصفانہ زیادہ مساویانہ بلا واسطہ ٹیکس ماڈل ہے۔ اس حوالے سے امراء کی ٹیکس چوری شدہ آمدنی اور دولت تک پہنچنے کے لئے ادارہ جاتی اختیارات کو بہتر بنانا ہوگا تاکہ سماجی ترقی اور بنیادی ڈھانچے پر زیادہ رقم خرچ کی جاسکے۔ اسی طرح اگر حکومت کے پاس زیادہ وسائل ہوں تو وہ پسماندہ علاقوں، اضلاع اور صوبوں کو ترقی دے سکتے ہیں، جس سے علاقائی عدم مساوات کم ہوگی۔

پاکستان میں صنفی عدم مساوات کے ازالے کے لئے موثر قانونی اور خواتین حامی قانون سازی اور اقدامات کئے جاسکتے ہیں جیسا کہ گزشتہ ایک آدھ دہائی سے ہو رہا ہے۔ آج اگر لڑکیوں اور خواتین کی نقل و حرکت میں اضافہ دیکھنے کو مل رہا ہے اور ان کی بااختیار بنیاد پر لگی ایشیائی نظریات نے لگی ہے تو اس کا سبب یہی ہے کہ روکنے والی کئی نام نہاد ڈھانچے اور مذہبی اقتدار بڑھتی ہوئی ہیں جس سے پاکستان میں لڑکیوں کو پہلے کے مقابلے میں بہتر مواقع مل رہے ہیں۔ ان تمام مثبت کامیابیوں کا دائرہ پھیلاؤ اور انہیں آگے بڑھانا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ کثیر جیتی غربت کے علاقائی اندکس جیسے ذرائع استعمال کرنے سے حکومتی ترجیحات اور انتہائی ضرورت مند علاقوں اور آبادی کے طبقات پر سرمایہ کاری کے لئے معلومات فراہم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ یہ ذرائع عدم مساوات پر نظر رکھنے اور اس مسئلے پر ایڈووکیسی کرنے اور آگاہی بہتر بنانے میں بھی مددگار ہو سکتے ہیں۔

غربت کو کمی کی راہ پر ڈالنے میں پاکستان کو کئی سال لگے ہیں۔ عدم مساوات کو کم کرنے کے چیلنج اس سے کہیں بڑے ہیں جنہیں سرکار تقریباً ٹھیک ٹھکانا دیتا ہے۔ عوامی دباؤ، بحث، تحقیق اور حکومت کے ساتھ مل کر کام کرنا ہی آج کے بڑھتے ہوئے اہم ترین راستہ ہے۔

عدم مساوات اور افزائش کا گلہ جوڑنا بارون جمال

ترقی پذیر ممالک سے ملنے والے تجرباتی شواہد جہاں زیادہ تر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عدم مساوات، افزائش کے لئے بری چیز ہے وہیں دیہی سطح پر دی جاتی ہے کہ افزائش اور برابری کے درمیان اس طرح کا کوئی اولہ بدل نہیں ہے کہ جس سے گریز محال ہو۔ ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ (2000/01) میں نتیجہ اخذ کیا گیا کہ معاشی افزائش میں کمی کے بغیر بہتر تقسیم ممکن ہے۔ اب چونکہ افزائش اور مساوات کے درمیان اولے بدلے والی کوئی کیفیت نہیں ہے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ افزائش سے غربت میں آنے والی کمی کو بہتر بنانے کے لئے تقسیم کو ایک اضافی پالیسی مقصد کے طور پر آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔ مختلف غریب مخالف ادارہ جاتی رکاوٹوں اور پالیسی سے پیدا ہونے والی جانبداری کو دور یا درست کر دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ ایک طرف اس سے منڈی کی کارکردگی بہتر ہو اور دوسری جانب برابری کو فروغ ملے۔ مثال کے طور پر ایک ایسی سماجی پالیسی جو غریبوں کو تعلیم اور صحت کی خدمات کی موزوں فراہمی یقینی بنا دے، ان کی پیداواری صلاحیت اور معیشت میں ان کے کردار کو بہتر بنا سکتی ہے۔ لہذا اس سے یہی نتیجہ اخذ ہوا کہ غربت میں کمی بلند اپنا پتہ افزائش سے ہونے والا کام نہیں بلکہ یہ جس افزائش کی تقسیم کا کام ہے۔

پاکستان سے ملنے والے شواہد بھی اسی نظریہ کو تقویت دیتے ہیں کہ محض معاشی افزائش، غربت میں دیر پا کمی کی ضمانت نہیں دے سکتی۔ پاکستان میں 2005-2001 کے دوران بلند افزائش سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ برابری کو پیش نظر رکھے بغیر افزائش کے اثرات غربت میں کمی کی شرح میں رکاوٹ پیدا کر سکتے ہیں۔ ”غربت حامی افزائش“ کے لئے ضروری ہے کہ پالیسیاں افزائش کے حق میں بھی ہوں اور برابری کے حق میں بھی۔